سلسلہ نمبر 7

تربیتی مجالس

- روضہ رسول ﷺ پر حاضری ہمارا قیمتی اثاثہ
- اصل امیر کون
- عاجزی میں کامیابی
- حج محبت کا سفر

از افادات

حضرت مولانا شیخ

محمد اظہر اقبال صاحب مدظلہم

HIDAYAH PUBLISHERS

HIDAYAH PUBLISHERS

حقوق الطبع محفوظۃ

نام کتاب	:	تربیتی مجالس 7
تالیف	:	حضرت مولانا شیخ محمد اظہر اقبال صاحب دامت برکاتہم
صفحات	:	84
اشاعت	:	اول
سن اشاعت	:	مارچ2020
ناشر	:	ھدایہ پبلشرز
فون نمبر	:	0322-2181020
ویب سائٹ	:	www.islamicessentials.org
ای میل	:	info@islamicessentials.org

ملنے کا پتہ : ھدایہ پبلشرز

C-20، خالد کمرشل اسٹریٹ نمبر2، ڈیفنس کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
5	روضہ رسول ﷺ پر حاضری ہمارا قیمتی	1
21	اصل امیر کون ہے	2
41	عاجزی میں کامیابی	3
53	حج محبت کا سفر	4

﴿روضہ رسول ﷺ پر حاضری ہمارا قیمتی اثاثہ﴾

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	**روضہ رسول ﷺ کی زیارت مغفرت کا ذریعہ ہے**	8
2	**مدینہ منورہ سے متعلق پانچ باتیں**	9
3	**1. حیاۃ النبی ﷺ**	9
4	اے نور الدین زنگی! دو لوگ مجھے تنگ کر رہے ہیں	10
5	**2. نبی اکرم ﷺ درود و سلام کو خود سنتے ہیں**	11
6	ہر جمعرات کو تمہارا سلام پہنچتا ہے	11
7	**3. علم دین سیکھانے والوں پر خاص نظر کرم**	13
8	**4. آداب کا خیال**	14
9	تم مدینہ سے چلے جاؤ	15
10	اکابرین کا ادب	16
11	**5. مدینہ میں موت کی تمنا**	17
12	حضور اکرم ﷺ سے والہانہ محبت کا وقعہ	17

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : أَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ . وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا[1]

ترجمۃ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کو ایک خوشخبری سنا رہے ہیں کہ اگر تم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور وہاں پر جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اللہ کے

---

[1] سورۃ النساء: 64

نبی ﷺ تمہارے لیے معافی مانگیں تو پھر تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

روضہ رسول ﷺ کی زیارت مغفرت کا ذریعہ ہے

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بر صغیر کے بڑے علماء میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں: "جس طرح یہ توبہ کی قبولیت اور معافی کا وعدہ نبی ﷺ کی دنیاوی حیات میں تھا، اسی طرح اگر کوئی شخص ابھی روضہ مبارک پر چلا جائے اور وہاں جا کر اللہ سے یوں معافی مانگے تو اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دیا جائیگا"۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي [1]

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہو گی۔

نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کرنا مومنین کے لئے بڑی سعادت بھی ہے اور گناہ سے معافی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زارو قطار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول (ﷺ) اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مفرت ہو جائے گی، اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ

---

[1] من زار قبری وجبت لہ شفاعتی سنن دارقطنی 2695۔ ج3ص334

آپ ﷺ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس ﷺ کے اندر سے آواز آئی:

قد غفرلك یعنی مغفرت کردی گئی۔ ❶

مدینہ منورہ سے متعلق پانچ باتیں

مدینہ منورہ سے متعلق پانچ چیزیں ہمارے عقیدے کا حصہ ہیں۔

1. حیاۃ النبی ﷺ

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی مبارک قبر میں حیات ہیں۔ ہمارے اکابرین کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الله عز وجل حرم على الأرض أجساد الأنبياء ❷

ترجمہ: اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے۔

یعنی انبیاء کے جسم جب قبروں میں جاتے ہیں تو مٹی ان کے جسموں کو خراب نہیں کرتی، بلکہ ان کے اجسام اسی طرح صحیح سلامت قبر میں ہوتے ہیں جیسے زندہ حالت میں ہوتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ ❸

---

❶ سنن أبي داود (2/279)

❷ سنن أبي داود - الكتاب العربي (1/562)

❸ مسند أبي يعلى الموصلي (6/147)

ترجمہ : انبیاء اپنی قبر میں حیات ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اے نور الدین زنگی ! دو لوگ مجھے تنگ کر رہے ہیں

نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے نیک بادشاہ گزرے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے بڑی محبت کا تعلق تھا۔ دارالخلافہ مدینہ منورہ سے دور تھا۔ ایک دن خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے نور الدین زنگی! دو لوگ ہیں جو ہمیں بہت تنگ کر رہے ہیں" ۔

آپ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں کا چہرہ بھی دکھایا۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی جیسے ہی آنکھ کھلی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حکام کو مدینہ منورہ میں پیغام بھیجا کہ میں آرہا ہوں اور تب تک شہر سے کوئی باہر نہ جائے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تیز رفتار سفر کرکے مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں کے حاکم سے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی تو آپ مدینے میں جتنے بھی لوگ ہیں ان سب کو ایک ایک کرکے میرے سامنے لائیں۔ چنانچے جتنے بھی مدینہ کے رہنے والے تھے ان سب کو ایک ایک کرکے نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سے گزارا گیا، سب لوگ ختم ہوگئے مگروہ دو چہرے نظر نہ آئے۔ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاکم سے کہا کہ کوئی بچ تو نہیں گیا؟ کیونکہ مجھے جو دو بندے دکھائے گئے تھے وہ تو ان میں سے نہیں ہیں۔ حاکم نے تحقیقات کروائی تو معلوم ہوا کہ دو بندے ہیں جو بہت نیک ہیں، جو اپنی جھونپڑی میں ہی رہتے ہیں، دن رات عبادت کرتے ہیں، ان کا عبادت کے علاوہ کوئی کام نہیں، وہ نہیں آئے۔ ہم نے ان کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:" ان دو کو بھی لے آؤ" جب آئے اور نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دیکھا تو یہ وہی دو چہرے تھے جو نبی ﷺ نے دکھائے تھے۔ نور الدین زنگی

رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "ان کو پکڑو اور ان کی جھونپڑی میں مجھے لے چلو" چنانچہ جب ان کی جھونپڑی میں گئے تو انہوں نے اپنی جھونپڑی سے ایک سرنگ بنائی ہوئی تھی اور وہ سوراخ کرتے کرتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک کے قریب پہنچ گئے تھے اور وہ دونوں یہودی تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک قبر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو نکال لے جائیں۔

2. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود و سلام کو خود سنتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک روضہ پر جا کر سلام کرتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس درود و سلام کو خود سنتے ہیں اور جب کوئی دور سے سلام پیش کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ سلام پہنچایا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أَبْلَغْتُهُ [1]

ترجمہ: جب کوئی میرے پاس آکر سلام کرتا ہے تو اس سلام کو خود سنتا ہوں اور جب کوئی دور سے سلام پڑھتا ہے تو اس کا سلام فرشتوں کے ذریعے میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

ہر جمعرات کو تمہارا سلام پہنچتا ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ ابو بکر المجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ذکر کرتے ہیں: شیخ ابو بکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ بڑے زاہد تھے اس لئے ان کے پاس مال و دولت نہیں تھی۔ فقر و فاقہ والی زندگی گزارتے تھے۔ مگر اپنے وقت

[1] بیھقي، شعب الایمان، 2 : 218، رقم : 1583

کے شیخ تھے۔لوگ ان سے اصلاح کروانے آتے تھے۔ان کی مجلس ذکر ہوتی تھی۔لوگ مجلس ذکر میں آتے تھے۔

ایک مرتبہ مجلس ذکر کروا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی جس نے جبہ اور عمامہ پہنا ہوا تھا مگر حالت بڑی پراگندہ سی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی بڑی عمر کا بزرگ ہے۔ جب وہ محفل میں تشریف لائے تو شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ مجلس کے دوران ہی کھڑے ہوگئے۔ سارے لوگ بھی ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے اور مجلس برخاست ہوگئی اور شیخ نے ان بزرگ کو بہت ہی ادب اور احترام سے اس جگہ پر بٹھایا جہاں خود بیٹھ کر بیان کر رہے تھے۔ سارے حیران تھے کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ بالا آخر سب کو احساس ہو ہی گیا کہ یہ انکے بھی شیخ ہوں گے۔ خود بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔جب سب چلے گئے تو شیخ ابو بکر سے شیخ نے کہا کہ ایک ضرورت لے کر آیا ہوں گھر میں بچے کی ولادت ہے، گھی اور شہد کی ضرورت ہے اور میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے،میں تمہارے پاس اس وقت ان چیزوں کی لئے حاضر ہوا ہوں۔اس وقت خود شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو شیخ ابو بکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آج رات آرام کرلیں اوران شاء اللہ کل دیکھتے ہیں۔ چونکہ خود ان کی بھی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا اور گھی اور شہد تو اس زمانے میں بڑی مہنگی چیزیں کہلاتی تھی۔ رات بھر دعائیں کرتے رہے کہ میرے گھر میرے شیخ ایک ضرورت سے آئے ہیں اور میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے۔ دعا کرتے رہے جب بہت دعائیں کی اور اللہ کے سامنے روتے رہے تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم وزیر ابو عیسی کے پاس جاؤ اور اس سے یہ کہنا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے اور

اسے کہو کہ تمہیں 100 دینار دیدے اور دلیل کے لئے یہ کہہ دینا کہ دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ تم ہر جمعرات کی رات ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ہو اور یہ صرف اللہ جانتے ہیں اور تم جانتے ہو اور وہ سلام مجھ تک پہنچتا ہے تو اس کو یقین آجائے گا کہ یہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا حکم ہے اور مزید دلیل کے طور پر یہ بھی بتانا کہ پچھلی جمعرات جب تم یہ پڑھ رہے تھے تو درمیان میں بادشاہ نے بلالیا تھا اس وقت 700 مرتبہ درود شریف ہوئے تھے اور بعد میں آکر تم نے 300 درود شریف مکمل کیے تھے۔

صبح صبح شیخ ابو بکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ شیخ کو لے کر ابو عیسیٰ چلے گئے جو وقت کا وزیر تھا۔ وہ چونکہ نیک آدمی تھا اور نیک بزرگوں کو دیکھ کر ان کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ فورا ادب سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے پاس ایک پیغام لے کر آئے ہیں اور انہوں نے نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا حکم اور خوشخبری بھی سنادی کہ آپ کا درود قبول ہوتا ہے تو ابو عیسیٰ یہ سن کر اتنے خوش ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ انہوں نے فوراہی ایک ہزار دینار نکالے اور دینا چاہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ میرا سلام حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تک پہنچتا ہے، مگر شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے 100 لینے کا فرمایا ہے۔ باقی 900 درہم واپس کر دئے۔

3. علم دین سیکھانے والوں پر خاص نظر کرم

تیسری بات یہ ہے کہ جو لوگ دین کے علم میں لگے ہوئے ہیں خاص طور پر حدیث یا حدیث میں روزہ مبارک پر حاضر ہوتے ہیں تو ان کا خاص اکرام کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَاءَنَا ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَمَا خُلَفَاؤُكُمْ ؟ قَالَ : الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي ، يَرْوُونَ أَحَادِيثِي وَسُنَّتِي ، وَيُعَلِّمُونَهَا النَّاسَ . ❶

ترجمہ : اے اللہ ! میرے خلفاء پر رحم فرما، نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی تشریف فرما تھے، انہوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کے خلفاء کون ہیں ؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جو میری سنت کو زندہ کرتا ہے اور لوگوں کو میری سنت سیکھاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو جامع اسناد کہا جاتا ہے۔ برصغیر میں احادیث کی جتنی بھی اسناد ہیں کے وہ سب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر جمع ہوتی ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا کشف دیا ہے کہ میں پوری دنیا کو اس طرح دیکھ سکتا ہوں جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھ پر رکھا ہوا چاول کا دانہ دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری حاضری مدینہ منورہ میں ہوئی، روضہ رسول ﷺ پر کھڑا ہوا تھا تو میں دیکھتا رہا کہ جب بھی کوئی ایسا شخص جو حدیث پڑھتا یا بڑھاتا ہو، وہ روضہ مبارک کے سامنے حاضر ہوتا تو روضہ مبارک سے سورج کی شعاعوں کی مانند نور نکلتا اور اس بندے کے سینے میں داخل ہو جاتا۔

آداب کا خیال

چوتھی چیز ادب ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے نبی اکرم ﷺ کا، ان کے شہر کا اور ان کی مسجد کا ادب کرنا واجب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ

❶ المعجم الأوسط (6/ 77)

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ [1]

ترجمۃ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

مسجد نبوی میں میں جو جائے وہاں اس بات کا خیال رکھے کہ اونچی آواز میں گفتگو نہ کرے، نہ اپنا دھیان ادھر ادھر کرے، بلکہ کثرت سے درود شریف پڑھے تو ایسے بندے کی حاضری قبول ہوتی ہے۔ جو ادب کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہے۔ جہاں کی حاضری مغفرت کا ذریعہ بن سکتی ہے تو وہاں کی بے ادبی ایمان کے جانے کا ذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔

تم مدینہ سے چلے جاؤ

ایک شخص مدینہ گیا اور وہاں صبح صبح ناشتہ کرنے کے لیے کسی دکان پر گیا۔ دکاندار نے کہا دہی بھی ہے تو اس نے کہا کہ نہیں مجھے دہی نہیں چاہیے اور روانی میں کہتا گیا کہ مدینے کی دہی بہت کھٹی ہوتی ہے۔ جب وہ سویا تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ اگر تمہیں ہمارے ہاں کی دہی کھٹی لگتی ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جیسے ہی آنکھ کھلی تو پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ اب علماء اور مفتیان کرام سے پوچھا تو سارے پریشان تھے کہ کیا جواب دیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے چچا سے بڑی محبت تھی، تم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر جا کر دعا کرو، شاید کوئی معاملہ بن جائے۔ چنانچہ وہ شخص حضرت

[1] سورۃ الحجرات: 2

حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر گیا اور خوب دعائیں کیں کہ غلطی ہوگئی تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے تمہیں حکم فرمایا ہے تو ایک مرتبہ تو ضرور چلے جاؤ، ورنہ تمہارے ایمان کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اکابرین کا ادب

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب مدینہ منورہ میں داخل ہو تو ادب کا بہت لحاظ رکھے، وہاں کی چیزوں کو الٹا سیدھا نہ کہیں، وہاں کی مصیبتوں کو بھی راحت سمجھیں۔

حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ کے شہر میں داخل ہوتے تو اپنے جوتوں کو اتار دیتے تھے۔ نازک بدن تھے، عمر بھی بہت زیادہ ہوگئی تھی، زمین بھی پتھروں والی ہوتی تو کئی مرتبہ پیر میں چوٹ بھی لگ جاتی۔ کسی نے کہا: حضرت! اتنا ضروری تو نہیں ہے۔ تو حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مجھے زیب نہیں دیتا کہ کہ جس جگہ پر میرے آقا ﷺ کے پیر لگے ہوں اور میں ان پر جوتوں سمیت چلوں۔

جب شہر مدینہ میں جاتے تو یہ شعر پڑھتے ہوئے جاتے:

ع امیدیں لاکھوں ہیں، لیکن بڑی امید ہے یہ\
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ علیہ جب مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تو پہلے صدقہ کرتے، کیونکہ ان کو حاضری سے پہلے اتنا خوف ہوتا کہ ایسا نہ ہو کہ میری حاضری میرے گناہوں کی وجہ سے قبول نہ ہو۔ ایک مرتبہ تو دس ہزار ریال کا صدقہ دیا۔

اگر روضۂ رسول ﷺ پر حاضری اچھی ہوگئی تو تمام بھی معاف اور شفاعت واجب ہوگئی۔

مدینہ میں موت کی تمنا

پانچواں یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ افضل جگہ جہاں انسان فوت ہو سکتا ہے وہ مدینہ منورہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا [1]

ترجمۃ: اگر ہو سکے تو مدینہ میں آکر فوت ہونا۔

اس لئے ہمارے اکابرین اپنے آخری ایام میں مدینہ منورہ تشریف لے جاتے اور پھر زندگی کا مشغلہ صرف موت کا انتظار ہوتا کہ کسی طرح اس مبارک جگہ پر موت آجائے.

امت کے بہت سارے اکابرین جنت البقیع میں مدفون ہیں اور انہوں نے جنت میں اپنے خیمے گاڑ لئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ سے والہانہ محبت کا وقعہ

ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک ہندو نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت پڑھی تو اعلی سیرت اور اعلی اخلاق کی وجہ سے بہت ہی زیادہ آپ ﷺ سے متاثر ہوا اور دل میں اتنی زیادہ محبت گھر کر گئی کہ دین اسلام قبول کر لیا۔ جب تقسیم ہوئی تو یہ پاکستان کے ہی کسی حصہ میں رہتا تھا تو یہ یہاں ہی مقیم ہو گیا۔ اس کے ہندو رشتہ دار ہندوستان چلے گئے۔ یہ انگریزی پڑھا لکھا تھا تو تھوڑے دنوں میں اس کو وزارت مذہبی امور میں نوکری مل گئی. اس کے پاس پیسہ تو نہیں تھا کہ مدینہ میں حاضری دے مگر دل میں

---

[1] سنن الترمذي (5/719)

بہت شوق تھا۔ جس کے دل میں شوق ہو تو اللہ تعالی اس کو مدینے ضرور بلاتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان ہاوس مدینہ منورہ میں ایک آدمی کی ضرورت ہوئی تو وزارت والوں نے فیصلہ کیا کہ اس بندے کو ویسے ہی بہت شوق ہے اور نبی اکرم ﷺ سے بڑی محبت ہے تو اس کو ہی وہاں تعینات کر دیتے ہیں۔ اس کو جب یہ خبر ملی کہ اس کو مدینہ منورہ میں تعینات کیا جا رہا ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر یہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے اور بیس پچیس سال وہاں رہے۔ دن میں نوکری کرتے اور شام کا وقت مسجد نبوی میں گزارتے۔ زندگی خوبصورت انداز میں گزر رہی تھی۔ اللہ کی شان پاکستان سے ایک بہت بڑے منسٹر حج پر گئے، حج کے بعد ان کی حاضری مدینہ منورہ ہوئی اور حاضری کے بعد وہ پاکستان ہاؤس آئے۔ پاکستان ہاؤس میں بہت خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے اس کو وہ قالین پسند آگئے اس نے کہا کہ یہ سارے قالین لپیٹو اور میرے سامان کے ساتھ پاکستان جائینگے۔ یہ بڑا حیران ہوا کہ یہ تو سرکاری چیز ہے، بعد میں مجھ سے پوچھ ہو گی کہ قالین کہاں گئے۔ اس نے کہا: سر! اگر یہ قالین آپ نے پاکستان لے کر جانے ہیں آپ مجھے لکھ کر دیدیں، ان منسٹر صاحب کو غصہ آگیا اور اس نے کہا کہ یہ قالین رکھو اپنے پاس، میں پاکستان جا کر تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ منسٹر پاکستان آئے اور انہوں نے یہاں پر اس کی نوکری ختم کروا دی اور وہاں پر ان کو ایک لیٹر مل گیا کہ آپ کی نوکری فلاں تاریخ کو ختم ہے آپ واپس پاکستان آجائیں۔ جب یہ لیٹر پڑھا تو ان کے جسم میں غم کی لہر دوڑ گئی کہ اتنے سال یہاں گزارے، اب تو صرف موت کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے محکمے کو بہت خط لکھے، درخواستیں لکھیں مگر انکی ایک نہ چلی۔ دن ختم ہوتے جا رہے تھے اور واپسی کی تاریخ قریب تر آتی رہی اور کوئی بھی صورت یہاں ٹھہرنے کی نہ بنی۔ حتی کہ

آخری دن آگیا تو اب سوچا کہ ہر جگہ درخواست دے چکا ہوں مگر کچھ نہ ہوا، اب نبی ﷺ کو درخواست لکھتا ہوں۔ اردو اتنی اچھی نہیں تھی تو انگریزی میں خط لکھا اور اپنی پوری روداد لکھی کہ آپ ﷺ کی محبت میں ایمان لایا پھر یہاں آیا اور بے گناہ نوکری سے ہٹادیا گیا ہوں، مگر دل پر بہت غم ہے، آپ کی محبت مجھے یہاں سے واپسی جانے نہیں دے رہی۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے حال پر رحم فرمائیں۔ یہ خط اس نے وضہ مبارک کی جالی کے اندر ڈال دیا۔ پہلے اتنی سختی نہیں تھی لوگ باآسانی جالیوں کو ہاتھ لگا سکتے تھے۔ یہ صاحب پاکستان آگئے۔ وہاں قبر مبارک کی ہفتہ وار صفائی ہوتی تھی اور اس میں سے جو ملتا تو وہ تمام چیزیں گورنر کو پہنچائی جاتیں تھیں۔ اسی ہفتے پادشاہ بذات خود بھی مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ مسجد کی توسیع کا کام چل رہا تھا تو بادشاہ کا معمول تھا کہ وہ مسجد کے متعلق خاص طور پر پوچھا کرتے تھے کہ نمازیوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں۔ جب یہ خط گورنر کے پاس پہنچا تو وہ بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ یہ خط تو میں بادشاہ کو بھی دکھاؤنگا تو وہ بہت خوش ہونگے اور حیران ہونگے کہ کیسے کیسے دیوانے دنیا میں موجود ہیں۔ جب بادشاہ سلامت تشریف لائے تو معمول کے کاموں سے فارغ ہوکر بادشاہ کو یہ خط پیش کیا۔ بادشاہ نے یہ خط پڑھا تو ان کے اوپر سنجیدگی طاری ہوگئی۔ بادشاہ نے اتنی محبت کرنے والے شخص کو تو یہاں مدینہ میں ہی ہونا چاہئیے۔ بادشاہ نے پاکستانی گورنمنٹ کو خط بھجوایا کہ اس شخص کو سعودیہ بھیجو، میں اس کو سعودیہ کی شہریت دونگا۔ چنانچہ وہ واپس مدینہ آگئے اور اسی طرح پھر مسجد نبوی میں شامیں گزرتی تھیں۔ ان کی والدہ نے ایک مرتبہ ان کو فون کیا تم ہر مرتبہ رمضان مدینہ میں گزارتے ہو، اس سال یہاں میرے پاس گزارو حالانکہ ان کا معمول تھا کہ مسجد نبوی کی پہلی صف میں نماز پڑھا کرتے تھے اور

ان کے ایک دوست تھے ، یہ دونوں دوست خوب عبادت کیا کرتے تھے اور مسجد میں ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کو کہا:"اس مرتبہ والدہ نے بلایا ہے تو میں پاکستان جارہاہوں وہاں رمضان گزارونگا" چند دن پاکستان میں گزرے کہ ان کے اس دوست کا فون آیا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی ہے اور فرمایاہے اپنے دوست کو کہو کہ مدینہ واپس آجائے ،میں بلارہا ہوں۔ ان صاحب نے اپنی والدہ سے معذرت کی اور ٹکٹ لینے گئے تو رمضان میں ٹکٹ سب بک تھے،کاؤنٹر بیٹھے شخص نے منع کر دیاتو انہوں نے کہاکہ مجھے ہر حال میں جاناہے صرف ایک ٹکٹ نکال دو،اگر تم نے نکال دیاتو میں تیرانام لے کر روضہ رسول ﷺ پر سلام پیش کرونگاتو اس کاؤنٹر والے کو بھی جوش آگیا،اس نے کسی نہ کسی طرح ٹکٹ نکالدی، یہ مدینہ منورہ پہنچے اور 3 دن بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ کیاشاندار زندگی گزاری اور پھر موت قریب تھی تو خود حضور ﷺ نے بلوایاتاکہ یہ شخص مدینہ میں فوت ہو۔

اللہ ہم سب کواپنی محبوب کے در کی حاضری نصیب فرمائے،اپنے پیارے محبوب کے در پر ہمیں موت عطافرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

﴿اصل امیر کون﴾

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	**بخل بُری عادت ہے**	25
2	**اصل امیر دل کا امیر ہے**	25
3	**دل کے امیر کی تین نشانیاں**	26
4	1. پہلی نشانی: سخاوت	26
5	مومن کنجوس نہیں ہوتا	27
6	مومن اور کافر کی سوچ میں فرق	28
7	شدید غربت کے باوجود خرچ کر دیا	28
8	2. دوسری نشانی: مستغنی ہونا	29
9	مخلوق سے مانگنا پسندیدہ عمل نہیں	30
10	اللہ مانگنے والوں کو پسند فرماتا ہے	32
11	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء	33
12	حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء	34

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
13	3. تیسری نشانی: شکر گزاری	35
14	شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے	37
15	صبر و شکر زندگی کے دو لازمی جزو ہیں	37
16	حضرت ایوب علیہ السلام کا شکر	38

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : أَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [1]

ترجمہ: اور جو لوگ اس (مال) میں بخل سے کام لیتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہے، اس کے برعکس یہ ان کے حق میں بہت بری بات ہے، جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہو گا، قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔

---

[1] سورہ آل عمران: 180

بخل بری عادت ہے

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت فرمارہے ہیں جو مال خرچ کرنے میں بخل اور کنجوسی کرتے ہیں اور بخل کی وجہ سے دوسروں کی مدد کرنے میں پیچھے ہٹتے ہیں۔

ہم جو ذہن میں یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں مال جمع کرنا ہے اور مال کو خرچ نہ کرنے کی وجہ سے کسی ضرورت مند کی مدد نہیں کرتے، بلکہ اس کی تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ اسکی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے یا یہ کہ میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں۔ ہر وقت دل میں خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح پیسہ خرچ نہ کریں اور پھر پیسے بچاکر ہم سمجھتے ہیں کہ بڑی اچھی Planning کرلی، بڑی اچھی ترتیب بنالی۔ یہ ہمارے ذہنوں کا فطور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرمارہے ہیں کہ تمہارا یہ سمجھنا تمہارے لئے شر ہے۔

اصل امیر دل کا امیر ہے

قرآن اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن حقیقت میں وہ ہے جو مال کو خرچ کرنے کا شوق رکھتا ہے۔ کئی مرتبہ امیر یہ سوچتا ہے کہ میں خرچ کروں گا تو غریب ہوجاوں گا، امیر نہیں رہوں گا اور غریب سوچتا ہے کہ میں خرچ کروں گا تو کبھی امیر نہیں بن سکو گا، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مال کا زیادہ ہونا امیر ہونے کی نشانی نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ.[1]

---

[1] صحيح البخاري (8/ 95)

ترجمۃ: امیری مال کا زیادہ ہونے کا نام نہیں ہے، امیری دل کی امیری ہوتی ہے

حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص مال کو خرچ کرتا ہے اور جو دل کا میر ہے وہی اصل امیر ہے۔

دل کے امیر کی تین نشانیاں

پہلی نشانی: سخاوت

دل کا امیر وہ شخص ہے جس کے دل میں مال خرچ کرنے کا شوق ہو۔ اللہ کی راہ میں پیسہ دینے کا شوق ہو۔ جس کا دل پیسے کے معاملے میں تنگ نہ ہو۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب مال ہی نہیں ہے تو کیسے خرچ کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مال خرچ کرنا الگ چیز ہے اور مال خرچ کرنے کا شوق رکھنا الگ چیز ہے۔ اگر پیسوں کی کمی ہے تو کم خرچ کریں۔ مومن کے دل میں ہر وقت یہ شوق ہوتا ہے کہ میں اپنا مال دوسروں پر خرچ کروں، ضرورت مندوں کی اپنے مال سے مدد کروں اور جو خرچ نہیں کرتا وہ خود غرض ہوتا ہے اور مومن خود غرض نہیں ہو سکتا۔ اللہ بھی ہمارے دلوں میں خرچ کرنے کا شوق دیکھنا چاہتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ [1]

ترجمۃ: تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

---

[1] سورہ آل عمران: 92

مومن کنجوس نہیں ہوتا

مومن وہ ہوتا ہے جسے خرچ کرنے میں کوئی دقت نہ ہوتی ہو۔ زیادہ ہے تو زیادہ خرچ کرتا ہے۔ تھوڑا ہے تو تھوڑا خرچ کرے۔ نہیں ہے تو کم از کم خرچ کرنے کا شوق تو رکھتا ہے۔ مومن پیسہ جمع کرنے والا نہیں ہوتا۔

چنانچہ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں۔

مالدار وہ ہے جو دین پر خرچ کرتا ہے، رشتے داروں پر خرچ کرتا ہے۔ جہاں اس کو محسوس ہو گا کہ اس جگہ واقعی ضرورت ہے تو اسکے دل میں شوق ہو گا کہ میرا حصہ بھی اس میں شامل ہو جائے اور وہ بے دریغ خرچ کریگا تو وہ مالدار ہے اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس مال ہوتا ہے، مگر پھر بھی اس مال سے نہ اپنی ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کو دیتے ہیں بلکہ اس کو خرچ کرنا فضول سمجھتے ہیں کہ یہاں خرچ کرنا ضروری تو نہیں اور انکو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر خرچ کر دیا تو ختم نہ ہو جائے۔ ایسے لوگ مالدار نہیں، بلکہ مال کے چوکیدار ہیں۔ زندگی گزر جاتی ہے نہ خود خرچ کر پاتے ہیں اور نہ کسی اور کو فائدہ دے پاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَصَدَّقُوا وَلَوْ بِتَمْرَةٍ، فَإِنَّهَا تَسُدُّ مِنَ الجَائِعِ، وَتُطْفِئُ الخَطِيئَةَ، كَمَا يُطْفِئُ المَاءُ النَّارَ. [1]

ترجمہ: اگر کوئی سائل آئے تو اس کی کچھ بھی مدد کر دو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے سے ہی

---

[1] الزهد والرقائق: 651

کیوں نہ مدد کرنی پڑے۔

مومن اور کافر کی سوچ میں فرق

مومن بندے کی سوچ یہ ہونی چاہئیے کہ خرچ کرنا مال کو بڑھا دیتا ہے۔خرچ کرنے والے کو اللہ پر یقین زیادہ ہوتا ہے۔اس کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں خرچ کررہاہوں تو یہ مال مجھے دوگنا ہوکر واپس ملے گا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

ما نقصت صدقة من مال [1]

ترجمۃ: صدقہ کرنا تمھارے مالوں کو کم نہیں کرتا بلکہ تمھارے مالوں کو بڑھادیتا ہے

خرچ کرنے میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا زیادہ اجر ملیگا اور دنیا میں اس کا بدلہ بھی ملے گا۔ کبھی صدقہ مال کو دس گناہ بڑھا دیتا ہے اور کبھی سو گناہ بڑھا دیتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر واپس کرتے ہیں۔مال خرچ کرنے کا شوق ایمان کی علامت ہے۔مومن کہتا ہے کہ اگر میں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ بڑھا کر واپس کریں گے۔اور بخیل کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔وہ کافروں والی سوچ کا حامل ہوتا ہے کہ اگر میرے پاس سے مال خرچ ہوگیا تو میرے پاس اتنا کم ہوجائیگا۔یہی مومن اور کافر کی سوچ میں فرق ہے۔

شدید غربت کے باوجود خرچ کردیا

چنانچہ ایک بزرگ گزرے ہیں داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے تھے۔بہت بڑے عالم

[1] صحیح مسلم (4/ 2001)

تھے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں بھی احناف کے بڑے علماء میں سے تھے۔ جو لوگ دین پڑھے لکھے ہیں وہ ان دونو ں کے مقام سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ مگر کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ان دونوں حضرات کا اختلاف ہوتا تھا تو یہ اپنا مسئلہ حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لیکر جاتے اور وہ جو فیصلہ بھی فرما دیتے دونوں اس فیصلے کو قبول کر لیتے تھے، مگر حضرت داؤد طائی بہت زیادہ غریب تھے۔ ایک بہت چھوٹا سا گھر تھا اور اس گھر میں ایک کمرہ تھا اور اس کے آگے دوسرا کمرہ تھا اور دروازے کی جگہ تھی۔ پہلے کمرے کی چھت گر گئی تو آپ نے اِس آگے والے کمرے میں رہنا شروع کر دیا۔ پھر اس آگے والے کمرے کی بھی چھت گر گئی تو بس پھر دروازے کے سامنے تھوڑا سا چھجہ (Covered Area) تھا، اس کے نیچے ہی لیٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حجامت کروانے گئے، ان کے پاس ایک دینار تھا۔ دینار اس زمانے میں سونے کا سکہ (gold coin) ہوتا تھا۔ اس حجام کو وہ دینار دے دیا۔ کسی نے کہا کہ حضرت ویسے ہی اتنی زیادہ غربت ہے، صرف بال کٹوانے کے لئے آپ نے دینار دیدیا، حضرت! یہ تو اسراف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "نہیں! کسی دوسرے کو دین کی ترغیب دینے کے لئے خرچ کرنا اسراف نہیں.

چنانچہ ان کو غربت کے باوجود خرچ کرنے کا شوق بہت زیادہ تھا، کیونکہ دینِ اسلام نے یہ پسند کیا کہ مومن کھلے دل کا مالک ہو۔ اس کا دل میں شوق ضرور ہو کہ وہ خرچ کرے۔

دوسری نشانی: مستغنی ہونا

دل کے امیر کی دوسری نشانی یہ ہے کہ دل کا امیر لوگوں سے مستغنی ہوتا ہے۔ اس کے دل

میں مخلوق سے مانگنے کا شوق نہیں ہوتا، کیونکہ دین اسلام نے پسند نہیں کیا کہ مسلمان اپنی حاجت دوسروں کے سامنے رکھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

دینے والے کا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے [1]

چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر کہنے لگے اللہ کے نبی رضی اللہ عنہ میرے پاس کچھ نہیں ہے مدد کر دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ میرا صحابی ہو اور مخلوق سے مانگنے کا رحجان ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے؟ اس نے کہا بس ایک تکیہ اور ایک پیالہ ہے، ان کے علاوہ اور کچھ نہیں فرمایا وہ دونوں لے کر آجاؤ وہ صحابی رضی اللہ عنہ گئے اور وہ تکیہ اور پیالہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ان دونوں چیزوں کو بیچو۔ وہ گئے ان دونوں چیزوں کو بیچا اور جو پیسے ملے اس سے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے کلہاڑا خریدو اور جنگل میں جاکر لکڑیاں کاٹو اور اس سے مال کماؤ اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرو۔ [2]

مخلوق سے مانگنا ناپسندیدہ عمل ہے

کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا اللہ کے نبی ﷺ کو پسند نہیں تھا۔

اسی لئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی ضرورت

[1] صحیح مسلم: 1033

[2] سنن أبي داود: 1641

مخلوق کے سامنے پیش کرے تو اس کی ضرورت پوری نہیں ہوگی اور جو شخص اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح اس کی ضرورت پوری فرما دیں گے۔ ❶

تو دل کا امیر وہ ہے جو لوگوں سے مستغنی ہے۔ کسی کے سامنے بھی ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ اکثر لوگوں کے اندر استغناء نہیں ہوتا، وہ دوسروں کے مال میں اپنا حق تلاش کرتے ہیں کہ فلاں رشتے دار کے مال میں میرا حق یہاں بنتا ہے اور فلاں رشتے دار مالدار ہے اس سے بھی بات کرلوں۔ یہ جو انسان کی مانگنے کی طبیعت بن جاتی ہے، ایسا بندہ غریب ہے، امیر نہیں ہے۔ اور جس کی طبیعت ہی نہیں ہے کسی سے مانگنے کی وہ امیر ہے۔ کئی مرتبہ انسان امیر ہوتا ہے بہت سے لوگوں سے زیادہ مال والا ہوتا ہے مگر طبیعت میں مانگنا ہوتا ہے کہ فلاں بندے سے بھی مانگوں کہ شاید وہ دیدے تو مال زیادہ ہوجائے تو یہ جو انسان مانگنے کی طبیعت رکھتا ہے وہ امیر نہیں کہلائے گا وہ غریب ہی ہے۔ کیونکہ دنیا کا اصول ہے کہ امیر آدمی مانگتے نہیں ہیں اور غریب مانگتے ہیں اور جس کی طبیعت میں مانگنا نہیں ہے وہ امیر ہی کہلائے گا چاہے اس کے پاس کتنا ہی کم مال کیوں نہ ہو۔ اسی کو خودداری کہتے ہیں اسی کو استغناء کہتے ہیں۔ یہی ہمارے اکابرین کی شان تھی وہ اپنی ضرورتیں اللہ کے سامنے رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی ضرورتوں کو بخوبی پورا فرماتے تھے۔ آج ہم نے ضرورتیں مخلوق کے سامنے رکھ دیں تو ہم اللہ کے سامنے بھی ذلیل ہوگئے اور مخلوق کی نگاہ میں بھی ذلیل ہوگئے۔

---

❶ سنن أبي داود (3/ 85)

اللہ مانگنے والوں کو پسند فرماتا ہے

ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ کے نبی ﷺ! بتایئے کیا ایسا کروں کہ اللہ کو بھی پسند آجاؤں اور لوگوں کو بھی پسند آجاؤں ؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا سے محبت کرنا چھوڑ دو تو اللہ کو پسند آجاؤ گے اور جو لوگوں کے پاس چیزیں ہیں ان پر نگاہ رکھنا چھوڑ دو تو لوگوں کو پسند آجاؤ گے۔ [1]

تو دل کا امیر وہ ہے جس کو کسی کے مال کی کوئی پرواہ نہیں وہ اپنی ضرورتیں اللہ کے سامنے رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔ وہ بہت بڑا مالک ہے، جسکی بڑائی کی کوئی انتہاء نہیں۔ آج کے سائنسی دور کی تحقیق سے بھی انسان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ بہت ہی بڑا مالک ہے۔ چنانچہ سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج دنیا سے 13 لاکھ گنا بڑا ہے۔ اور ایسے 800 ارب سورج مل کر ایک (Galaxy) بنتی ہے اور ایسی کئی گلیکسیاں موجود ہیں اورآج کے سائنس دان کہتے ہیں کہ اتنی کائنات تو ہم نے دیکھی ہے مگر حقیقت میں کائنات اس سے بھی کئی گنا زیادہ بڑی ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے اور مسلمان کا ایمان ہے کہ ان سب کا خالق ومالک اللہ ہے، تو سوچیۓ کہ وہ خود کتنا بڑا ہوگا اور اس کے لئے ہماری چھوٹی چھوٹی ضروریات پوری کرنا کیسے مشکل ہوسکتا ہے۔ ہم اتنے چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مانگتے پھرتے ہیں اس سے بہتر ہے کہ اللہ جس کے پاس اتنے خزانے ہیں اس کے سامنے انسان اپنی ضروریات رکھے۔ آج دنیا والوں سے مانگتے ہیں، ایک مرتبہ مانگیں گے تو دنیا والے شاید دے بھی دیں، مگر دوسری مرتبہ اس سے مانگیں گے تو

---

[1] حلیة الأولیاء (253/3)

وہ بھاگے گا اور سوچے گا کہ یہ تو پیچھے ہی پڑ گیا۔ اور اس مالک کی کتنی زبردست شان ہے کہ جو جتنا زیادہ مانگے گا اسے وہ زیادہ پسند ہے۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

من لم يسئل الله يغضب عليه [1]

ترجمہ: جو اللہ سے مانگتا نہیں اللہ پاک اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔

تو یہ بہتر نہیں ہے کہ انسان اپنی ضرورتیں اللہ کے سامنے رکھے۔ یہ وہ مالک ہے جو ضرورت بھی پوری کرتا ہے اور عزتیں بھی دیتا ہے۔ ہمارے اکابرین کا عمل یہی رہا ہے کہ وہ لوگوں سے مستغنی ہوتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء

ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بڑے امام تھے۔ آج ان کی فقہ کے اوپر اسلامی دنیا کی بڑی کثیر تعداد عمل بھی کرتی ہے۔ طالب علمی کے زمانے میں علم دین حاصل کرنے کے لئے بہت مشقتیں اٹھائی ہیں۔ ان کا ارادہ ہوا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مکہ میں ہوتے تھے، ان سے علم حدیث حاصل کروں۔ غربت بہت تھی۔ بہت مشکلات سے مکہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے حدیث کی کلاسیں لینا شروع کیں۔ استاد کو بہترین طالب علم کا اندازہ ہو ہی جاتا ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سمجھ آگئی کہ یہ کوئی عام سا طالب علم نہیں ہے، بلکہ یہ کوئی خاص ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تعلق

---

[1] سنن الترمذی: 3373

ہو گیا تھا۔ایک دن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کلاس میں نہ آئے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے حیران ہوئے کہ آج احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہاں رہ گئے۔ انہوں نے اپنے کسی خادم کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ احمد بن حنبل کہاں ہیں ؟ جب وہ تو دیکھا کہ احمد بن حنبل تہمند باندھے ہوئے اپنے کپڑوں کو دھو رہے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ غربت اتنی زیادہ ہے کہ ایک ہی جوڑا ہے تو اسی کو دھو رہے ہیں کہ اور کپڑے نہیں ہیں کہ پہن کر کلاس میں آسکیں۔توانہوں نے جاکر سفیان سوری ؒ کو پوری صورتحال سے آگاہ کر دیا۔جب حضرت نے یہ سنا تو کچھ رقم دی اور فرمایا کہ ان سے کہو کہ کپڑے بنالیں تا کہ آنا جانا آسان ہو جائے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وہ رقم یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے کسی سے بھی سوال کرنا پسند نہیں ہے۔ یہی حدیث سے سیکھا ہے تو اسی پر عمل بھی کروں گا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور دل سے دعائیں دیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے ہدیہ پیش کرنے کی کوشش کی تو حضرت بھی بھانپ گئے کہ یہ ہدیہ دینے والا دکھانا چاہ رہا ہے کہ میں بڑا نواب ہوں اور حضرت رعب میں آجائیں ۔ عام طور پر اگر کوئی عاجزی سے حضرت کو ہدیہ دیتا تو بڑی محبت سے قبول کرتے۔ اس نے مسجد میں آکر سب کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار کرنے کے لئے دیا تو حضرت نے اسکا ھدیہ قبول نہیں کیا۔ اب اس شخص کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی۔ حضرت نے کہا کہ نہیں اب دل نہیں ہوتا کہ تیرا ہدیہ قبول کروں ۔ چنانچہ اس نے حضرت کے جوتے جو مسجد کے باہر

رکھے ہوتے تھے، ان جوتوں میں یہ پیسے ڈال دیئے۔ حضرت جب تشریف لائے اور جوتے پہننے کے لئے پاؤں ڈالا تو دیکھا کہ اس میں پیسے پڑے ہیں تو آپ نے وہ پیسے نکالے اور فرمایا کہ میں نے اپنے اکابرین سے سنا تھا: " انسان جب دنیا کو لات مارتا ہے تو دنیا پیروں میں آکر گرتی ہے "۔ آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دنیا کو لات ماری اور دنیا پیروں میں آکر گر گئی۔

تیسری نشانی: شکر گزاری

دل کے امیر ہونے کی تیسری نشانی شکر گزاری کرنا ہے۔ جس انسان کے پاس شکر گزاری نہیں ہے وہ غریب ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مفلس محسوس کر رہا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر طبیعت کے اندر ناشکری ہے تو پوری دنیا کی بادشاہت بھی اگر اسے دے دی جائے وہ پھر بھی خوش نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندے کی نعمتوں کو بڑھا دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہیں:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ❶

ترجمۃ: اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا

ناشکرا بندہ مالدار ہونے کے باوجود بھی غربت محسوس کرے گا۔ اگر مالدار نہیں ہے مگر شکر ادا کرتا ہے تو غربت میں بھی امیری کے مزے اڑائے گا۔ شکر گزاری بڑی بڑی عبادتوں سے بھی بڑی چیز ہے۔ یہ پوری رات سجدے کرنے سے بھی بہترین چیز ہے۔

---

❶ سورہ ابراھیم: 7

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ ❶

کھانا کھا کر شکر کرنے والوں کو روزہ رکھ کر صبر کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا تو کہاں پورا دن بھوکا رہنا اور کہاں پیٹ بھر کر کھانا مگر اللہ کے نبی ﷺ فرمارہے ہیں کہ شکر گزاری کی وجہ سے یہ دونوں برابر ہیں۔ شکر گزاری اللہ کو پسند ہے اور یہ فطری بات ہے کہ انسان کو اپنا وہ نوکر پسند ہوتا ہے جو شکریہ کہتا ہے اور جو نوکر ہر چیز میں کیڑے نکالے گا تو وہ بھی ناپسند ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ کے ہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ جو اللہ کا بندہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کا احساس کرتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے تو وہ اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ناشکرا بندہ ہر وقت شکایتیں ہی کررہا ہوگا۔

چنانچہ ایک بزرگ تھے۔ دنیا سے ان کو رغبت نہیں تھی۔ مگر ان کے پاس دنیا بہت تھی۔ جب مال بہت زیادہ ہوگیا تو ڈر گئے اور یہ سوچنے لگے کہ شاید جو ٹوٹے پھوٹے اعمال کررہا ہوں ان کا اجر اس دنیا میں ہی مل رہا ہے۔ (ایسی سوچ صرف اللہ والوں کی ہوتی ہے)۔ ایک دن اللہ سے دعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! جتنا تو نے مجھے دیدیا ہے میرے لئے بہت ہے، مجھے مزید نعمتیں نہیں چاہیئے۔ ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ ایسا نہ ہو آخرت کی نعمتیں کم نہ ہوں، کیونکہ اللہ والوں کی نگاہ آخرت پر ہی ہوتی ہے۔ اللہ والے خود بھی منفرد طبعیت کے مالک ہوتے ہیں اور انکی دعائیں بھی منفرد ہی ہوتی ہیں۔ اللہ نے دل میں الہام کیا: "میرے بندے! میری ایک سنت ہے کہ جو انسان شکر کرے گا میں اس کی نعمتوں کو بڑھادونگا" جب تک تم نعمتوں کا شکر کرتے رہوگے میں انکو بڑھاتا رہونگا۔

---

❶ سنن الترمذي (4/ 653)

شکر سے نعمتوں سے اضافہ ہوتا ہے

جو انسان کثرت سے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ امیر ہے۔ جو انسان ناشکرا ہے چاہے کتنے ہی بڑے گھر کا مالک ہو اور کتنی ہی بڑی گاڑیوں کا مالک ہی کیوں نہ ہو، کتنا ہی زیادہ بینک بیلنس کیوں نہ ہو وہ غریب ہی ہے۔ کیونکہ شکر گزار آدمی خوش رہتا ہے تو اسکا مطلب یہی ہے کہ جو شکر ادا کریگا وہ امیر ہے اور ناشکرا غریب ہے۔ ہمارے اکابریں خوب شکر ادا کرتے تھے۔ خوب اپنے دل کو اللہ کے شکر سے بھر دیتے تھے۔ ہر موقعہ پر شکر ادا کرتے تھے۔ ہر چیز میں سے شکر کا پہلو نکال لیا کرتے تھے۔

چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بزرگ گرمیوں کے موسم میں ظہر کی نماز ادا کرنے گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد جب مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کے چپل کوئی چوری کرکے لے گیا ہے۔ دل میں آیا کہ اتنی گرمی میں نماز کے لئے آیا، اس پوری آبادی میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو اس کڑکتی دھوپ میں نماز کے لئے آتے ہیں اور یہاں میری چپل بھی چوری ہوگئی۔ ابھی دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ ایک بندے پر نظر پڑی کہ وہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھا، بس فوراً ہی اللہ سے معافیاں مانگیں "اے اللہ! تونے مجھ سے صرف چپل ہی لی ہیں، اس بندے کے پاس تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔

صبر و شکر زندگی کے دو لازمی جزو ہیں

کئی مرتبہ انسان چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتا ہے۔ بچے نے تھوڑی سی نافرمانی کر دی تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ کچھ بیماری آگئی تو غم زدہ ہو جاتے ہیں۔ کاروبار میں تھوڑا نقصان ہوا تو پریشان ہوگئے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر غمگین ہو جاتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے لگتے ہیں کہ

ہم سے زیادہ کوئی پریشان ہے ہی نہیں۔ حالانکہ نعمتیں اتنی ہیں کہ گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ اللہ آنکھ نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے۔ وہ کان نہ دیتے تو ہم بہرے ہوتے۔ وہ زبان نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے۔ وہ عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے۔ حتیٰ کہ آج کا سائنسدان کہتا ہے کہ ہمارے جسم میں جو نسیں (nerves wiring) ہوتی ہیں، یہ ایک انسان کے اندر اتنی زیادہ ہیں کہ اس پوری دنیا کے 3 چکر لگ سکتے ہیں اور ان میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ہم بستر پر لیٹے رہ جائیں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ امیر آدمی وہ ہے جو ہر وقت اور ہر چیز میں یہ کہے کہ میرے مالک کا کرم ہے اور اس کا شکر ہے۔ واقعتا اللہ نے اتنی زیادہ نعمتیں دی ہیں کہ ہم گننا بھی چاہیں تو گن نہ سکیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر و شکر

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے نبی تھے۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے بہت تعریفیں کیں۔ عبادت گزار، شکر گزار، اپنے زمانے کے بڑے نبی تھے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ابتداء میں مال و دولتِ، اور جائیداد، شاندار مکانات، سواریاں اور اولاد اور حشم و خدم اور اس کے علاوہ بہت کچھ عطا فرمایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا اور اللہ تعالیٰ نے سارا مال ضائع کروادیا۔ امیر ترین آدمی بالکل غریب ترین آدمی بن گیا۔ کہنا آسان ہے مگر جو کاروبار کرتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ جب کاروبار اوپر سے نیچے ہوتا ہے تو گویا جان نکل جاتی ہے۔ چودہ بچے تھے ،اللہ تعالیٰ نے چودہ کو فوت کر دیا۔ یہ بھی کہنا آسان ہے، والدین کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ بچے کو چوٹ لگتی ہے بچہ تو نہیں رو رہا ہوتا والدین رو

رہے ہوتے ہیں، فوت ہونا تو بہت بڑی بات ہے۔ آج کا کوئی انسان ہو تو وہ ڈپریشن سے فوت ہی ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیماری دے دی، ایسی بیماری کہ نہ چلنے پھرنے کے قابل، نہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل، صرف لیٹے رہتے تھے، نہ کھا سکتے تھے، نہ کروٹ بدل سکتے تھے۔ پھر جو عزت تھی، وہ عزت بھی ختم ہو گئی کیونکہ اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں، دوستوں اور پڑوسیوں نے ان کو الگ کر کے آبادی سے باہر ایک جگہ پر ڈال دیا۔ کوئی ان کے پاس نہ جاتا تھا صرف ان کی ایک اہل ان کی خبر گیری کرتی تھی۔ ان کی زوجہ محترمہ محنت مزدوری کر کے اپنے اور ان کے لئے رزق اور ضروریات فراہم کرتی اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب بڑھاپا آگیا تھا۔ ستر سال کی عمر تھی۔ سات سال اس حال میں گزر گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو مال و اولاد وغیرہ سب دنیا کی نعمتوں سے خالی کر کے آزمائش فرمائی تو انہوں نے اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: کہ اے میرے پروردگار! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے مال و جائیداد اور دولت دنیا اور اولاد عطا فرمائی جس کی محبت میرے دل کے ایک ایک جزء پر چھا گئی پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ اور خالی کر دیا اور اب میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے والی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

زوجہ محترمہ نے عرض بھی کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے تو فرمایا کہ میں نے ستر سال صحیح تندرست اللہ تعالیٰ کی بے شما نعمتوں میں گزارے ہیں۔ کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت کے

گزارنے مشکل ہیں؟

مومن ہمیشہ شکر گزار ہو گا۔ امیر آدمی کی نشانی شکر گزاری ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں دل کا امیر بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کی خلاف ورزی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

﴿عاجزی میں کامیابی﴾

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	**عاجزی میں کامیابی ہے**	43
2	**تکبر گناہوں کی جڑ ہے**	44
3	• عاجز آدمی تو رحمان کا بندہ ہے	44
4	• عاجز کے لئے عبادت بھی آسان ہے	45
5	**عاجز شخص کے بارے میں پانچ باتیں**	46
6	1. عاجزی کا غصہ میں معلوم ہونا	47
7	2. عاجز آدمی کے تعلقات اچھے ہوتے ہیں	48
8	3. عاجز کی صحت بھی اچھی ہوگی	48
9	4. عاجزی کرنے سے رزق میں اضافہ	49
10	5. خود اپنے اندر کی عاجزی کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے	50
11	**عاجزی معلوم کرنے کا طریقہ**	51
12	• حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا استغناء	51

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى : أَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا [1]

ترجمۃ: رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔

عاجزی میں کامیابی میں ہے

عاجزی ایک بہت ہی اچھی عادت ہے۔ یہ ایسی صفت ہے کہ جس کے ساتھ انسان کی کامیابی جڑی ہوئی ہے۔ بلندی اور ترقی عاجزی کرنے میں ہے۔ ہمارے تمام علماء اور اکابرین

[1] سورۃ الفرقان: 63

نے عاجزی کو اختیار کیا اور علم پر عمل بغیر عاجزی کے ممکن ہی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس نے اللہ کے لئے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائیں گے۔ [1]

تکبر گناہوں کی جڑ ہے

جس شخص میں عاجزی نہیں ہوگی اس میں تکبر ہوگا اور اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے شخص کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرتے ہیں۔ مشائخ امت نے فرمایا کہ کہ تکبر باطنی مرض ہے اور یہ ام الامراض ہے۔ یعنی کہ تمام باطنی امراض کی ماں ہے اور تمام گناہوں کا سرچشمہ اور جڑ ہے۔ اسی لئے متکبر آدمی کے اندر غصہ زیادہ ہوتا ہے، اس کے اندر ریاکاری زیادہ ہوتی ہے، اپنی تعریفیں سننے کا بہت شوقین ہوتا ہے، دوسروں سے حسد بھی بہت کرتا ہے۔ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں، حضرت مولانا زوار حسین شاہ صاحب۔ وہ فرماتے تھے کہ متکبر انسان کے اندر حسد لازما ہوگا، اس لئے کہ متکبر انسان تعریفوں اور رتبوں کا خواہاں ہوتا ہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ کسی اور کو یہ تعریف اور رتبہ مل رہا ہے تو اس کے اندر جلن اور حسد ضرور پیدا ہوتا ہے۔ متکبر آدمی میں حرص بھی زیادہ ہوگی، اس لئے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس مال زیادہ ہوگا تو میرے مداح بھی زیادہ ہونگے۔

عاجز آدمی تو رحمن کا بندہ ہے

تکبر کے برعکس جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے وہ واقعتا اپنے باطن میں پاک ہوجاتا ہے۔ عاجز آدمی شیطان کے ہتھکنڈوں سے پاک ہوجاتا ہے، شیطان کے وار سے محفوظ ہوتا ہے۔

---

[1] شعب الإيمان - البيهقي (6/276)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ❶

ترجمۃ: کہ میرے خاص بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا۔

اور اللہ کے بندے کون ہیں تو اس کا جواب بھی قرآن میں ہے۔

اللہ تعالی فرمارہے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا ❷

ترجمۃ: رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عاجز شخص کے اقوال وافعال میں شیطان کا حصہ نہیں ہو گا۔

عاجز کے لئے عبادت بھی آسان ہے

عاجز شخص کو عبادت کی توفیق ملتی ہے۔ متکبر انسان کے لئے عبادت کو مشکل کر دی جاتی ہے۔ فجر میں اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ قرآن پڑھنا مشکل ہو گا۔ مسجد آنا مشکل ہو گا۔ وہ یہ سمجھ رہا ہو گا کہ میں تھکا ہوا تھا تو فجر میں اٹھ نہ سکا اور قرآن نہ پڑھ سکا، ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی تکبر کی وجہ سے ان نعمتوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ایک جاننے والے امریکہ میں رہتے تھے، انکی ظاہری وضع قطع اللہ والوں کی سی تھی، مگر حال یہ تھا کہ کبھی فجر پڑھتے تھے اور کبھی قضاء کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے گھر ایک مہمان آئے۔ وہ مہمان اتنے دیندار نہیں تھے۔ میزبان نے سوچا ابھی تک تو کسی کو نہیں معلوم تھا کہ میری فجر قضاء ہوتی ہے، لیکن اب اس مہمان کو معلوم ہو جائے گا، اس سے بہتر ہے کہ

---

❶ سورۃ الحجر: 42

❷ سورۃ الفرقان: 63

میں عاجزی کرلوں اور خود ہی بتادوں کہ کبھی کبھی میری فجر بھی قضاء ہو جاتی ہے، وہ خود اپنا واقعہ بتاتے ہیں کہ کہ ابھی میں یہ بات کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ان مہمان نے خود ہی کہہ دیا کہ آپ کی تو تہجد بھی قضاء نہیں ہوتی ہو گی، مگر میری تو فجر بھی قضاء ہو جاتی ہے تو آپ مجھے فجر میں جگادیجئیے گا، اب اس میزبان صاحب کے لئے مزید مشکل ہو گئی، مگر بالآخر انہوں نے سوچا کہ عاجزی کرنا ہی بہتر ہے، اس مہمان سے کہہ دیا کہ میرے لئے بھی فجر میں اٹھنا مشکل ہے آپ جب جاگ جائیں تو مجھے اٹھادیں، میں اٹھ گیا تو آپ کو جگادوں گا۔ وہ میزبان صاحب خود کہتے ہیں اس عاجزی کا فائدہ یہ ہوا کہ اگلے 6 ماہ تک فجر تو قضاء نہیں ہوئی بلکہ تہجد بھی قضاء نہیں ہوئی۔

عاجز شخص کے بارے میں پانچ باتیں

یہ عاجزی بہت زبردست صفت ہے اور پوری دنیا میں اس عاجزی پر بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ امریکا کی ایک یونیورسٹی میں اس پر ایک ڈاکٹر نے اپنی زندگی کے کئی سال اس عاجزی پر سرچ کرتے ہوئے لگا دیئے کہ اس عاجزی کو کس طرح ناپا جاسکتا ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں، لہذا انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ کسی شخص کے اندر عاجزی کتنی ہے، یہ معلوم کرنا ایک مشکل کام ہے. وہ کہتے ہیں کہ پیسوں کو تو گنا جاسکتا ہے مگر عاجزی کو ناپ نہیں سکتے۔ اور بالآخر ان کا پورا گروپ پانچ چیزوں پر متفق ہو گیا اور یہ پانچ چیزیں قرآن وحدیث میں پہلے سے ہی موجود ہیں۔

1. عاجزی کا غصہ میں معلوم ہونا

پہلی بات تو عاجزی کا معلوم اس وقت ہوتا ہے جب آدمی غصے ہوتا ہے. جب آدمی غصہ میں ہوتا ہے جب کسی نہ کسی معاملے میں الجھا ہوا ہوتا ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر عاجزی کتنی ہے. عام حالات میں، لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے میں، عبادت کرنے میں معلوم نہیں ہوتا کہ اس بندے میں عاجزی ہے کہ نہیں، بلکہ جب کسی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے، مثال کے طور پر شادی سے پہلے عاجزی کا معلوم نہیں ہوتا بلکہ شادی کے بعد معلوم ہوتا ہے جب اسے کسی معاملے میں غصہ آجائے۔ اسی طرح جب عام آدمی لیڈر بنتا ہے تو پتا چلتا ہے وہ کیسے معاملے کو حل کرتا ہے کہ اسکو غصہ آتا ہے یا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کسی دوسرے آدمی کے متعلق کہا کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا آپ نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا ہے؟" اس آدمی نے جواب دیا: حضرت! میں نے اس کے ساتھ سفر تو نہیں کیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اچھا! تم نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا کہ نہیں حضرت! میں نے کوئی معاملہ اس کے ساتھ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ابھی تمہیں پتا ہی نہیں ہے کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ [1]

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ سفر یا کوئی معاملہ کرنے کے نتیجے میں انسان کی عاجزی اور غصے کا علم ہوتا ہے۔

---

[1] الصمت و اداب اللسان ابن ابی الدنیا (ص: 274)

2. عاجز آدمی کے تعلقات اچھے ہوتے ہیں

دوسری بات جو انہوں نے بتائی کہ جس شخص کے اندر عاجزی ہوگی اس کے تعلقات لوگوں کے ساتھ بہت اچھے ہوں گے۔ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اچھے ہوں گے۔ اپنے والدین، بچوں، رشتے داروں مسجد کے ساتھیوں اور جہاں کام کرتا ہے وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہوئے ہر جگہ اچھے تعلقات ہوں گے۔ تو عاجز بندہ ہر ایک سے محبت کرے گا اور لوگ بھی اس سے محبت سے پیش آئیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مومن محبت کا گھر ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو لوگوں سے محبت نہ کرے اور لوگ اس سے محبت نہ کریں۔ [1]

لوگ سوال کرتے ہیں کہ انسان کے اپنے اختیار میں تو یہ ہے کہ وہ لوگوں سے محبت کرے، مگر یہ تو اس کے اختیار میں نہیں کہ لوگ بھی اس سے محبت کریں؟ علماء لوگ آپ سے محبت کریں گے تو خود بخود اس کا جواب لوگ آپ کو محبت سے دیں گے اور اگر آپ کو لوگوں سے محبت نہیں مل رہی تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے لوگوں کو محبت نہیں دی، گویا محبت کا ملنا محبت کی نشانی ہے۔

3. عاجز کی صحت بھی اچھی ہوگی

تیسری چیز بڑی حیران کن انہوں نے بتائی ہے کہ عاجز شخص کی صحت بھی بہتر ہوگی۔ اس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ جب آدمی کسی بھی معاملے میں عاجزی نہیں کرتا تو وہ جھگڑوں

---

[1] مسند احمد: 9198

کو لمبا کرتا ہے اور اپنی بات پر اٹل رہتا ہے، ہر وقت ذہنی طور پر پریشان رہتا ہے، ذھنی انتشار میں مبتلا ہوتا ہے، ذہنی سکون اس کو نہیں ملتا تو وہ ڈپریشن میں چلا جاتا ہے اور پھر یہ ڈپریشن انسان کو جسمانی بیماری میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ سب سے زیادہ ڈپریشن معدے کو متاثر کرتا ہے اوراس سے دل کی بیماری بھی ہو سکتی ہے، بلڈ پریشر بھی ہو سکتا. جس شخص میں عاجزی ہو گی وہ ہر چیز پر اتنا فکر مند نہیں ہو گا. بلکہ وہ اللہ پر توکل کر کے معاملے کو چھوڑ دیگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ [1]

ترجمۃ: اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔

تو نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کی بھی شان یہی تھی کہ نرم مزاج تھے تو ہر بندہ آپ پر محبت نچھاور کرتا تھا۔

4. عاجزی کرنے سے رزق میں اضافہ

عاجزی سے انسان کی انکم بڑھ جاتی ہے. ایک اسکالر نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی "From good to grate" اس کتاب میں اس نے یہ لکھا ہے کہ کس طرح چھوٹی کمپنیاں اور چھوٹے ادارے کیسے دنیا کی بہترین کمپنیاں اور دنیا کے بڑے ادارے بن گئے تو اس نے بہت ساری وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہ لکھی کہ انہوں نے اپنے Ceo's کو

---

[1] سورہ آل عمران: 159

بدلا اور ایسے بندے کو CEO بنایا جس کے اندر کام کرنے کا شوق بھی تھا اور اس کے اندر عاجزی بھی تھی اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رکھتا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ [1]

ترجمۃ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزق کھول دیتے تو لوگ زمین میں بغاوت کرنا شروع کر دیتے۔

تو انسان جب اپنے تکبر کو کم کرتا ہے، اپنے آپ کو جھکاتا ہے، اپنے آپ کو دوسروں سے کم سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں بھی اضافہ کر دیتے ہیں۔

5. خود اپنے اندر کی عاجزی کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے

خود اپنے اندر کی عاجزی کا معلوم کرنا بہت مشکل ہے. دوسرے لوگ آپ کی عاجزی کو محسوس کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ [2] ترجمۃ: مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔

انسان نیک لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کو اپنے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔ نیک صحبت انسان کی باطنی بیماریوں کا علاج ہے۔ بیماریوں کے علاج کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو پہلے اپنی بیماری کا علم ہو۔ نیک صحبت میں اپنی بیماری کا علم بھی ہوتا ہے اور علاج

---

[1] سورۃ الشوریٰ: 27

[2] سنن ابی داود: 4918

بھی معلوم ہوتا ہے۔

لوگ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آتے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ کا کام ہی یہی ہے وہ لوگوں کے اندر کی **"میں"** ختم کردیں۔

ایک بزرگ تھے حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ نے انکو مال و دولت بھی عطا کیا تھا۔ علمی مقام بھی بہت تھا۔ ظاہری خوبصورتی بھی اللہ نے دی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا: "حضرت! اللہ نے دین و دنیا کی ترقی عطا کی ہوئی ہے ،تو کبھی کبھی دل میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے۔ تو کوئی وظیفہ بتادیں؟ "تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو لوگ آپ سے ملنے آتے ہیں ان کی جوتیاں سیدھی کیا کرو اس سے تکبر ختم ہو جائے گا۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صرف نیکیاں کرنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ اپنے اندر سے باطنی امراض ختم کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ باطنی امراض کو ختم کئے بغیر اللہ کا تعلق پیدا نہیں ہوتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص جنت میں نہیں جائیگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو۔ (1)

عاجزی معلوم کرنے کا طریقہ

اب یہ کیسے معلوم ہو کہ میرے اندر عاجزی ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عاجز شخص ہر وقت اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھتا ہے۔ ہر وقت اپنا ذہن یہ بناتا رہتا ہے کہ جتنے

---

(1) سنن الترمذي: 1999

بھی لوگ میرے آس پاس ہیں، میں ان سب سے بدتر ہوں۔ اپنی ذہن سازی کرتا رہے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کتنی ساری احادیث میں وارد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ ❶

اسی طرح ایک مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس راستے سے عمر گزرتا ہے شیطان وہاں سے راستہ بدل لیتا ہے۔ ❷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تمام فضائل کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے نام بتائے ہوئے تھے اور کسی کو بھی بتانے سے منع فرمایا تھا، ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن پوچھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو منافقین کے نام بتائے تھے اور بتانے سے منع فرمایا تھا تو میں آپ رضی اللہ عنہ سے ان کے نام نہیں پوچھتا، بس اتنا بتا دیں کہ عمر کا نام تو کہیں ان منافقین میں نہیں؟ ❸

عاجزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزتیں عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر کی باطنی بیماری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

---

❶ لو كانَ بَعدي نبيٌّ لكانَ عُمَرُ بنُ الخطَّابِ. [سنن الترمذي: 3686]

❷ صحيح البخاري: 3294

❸ مسند احمد: 26489

﴿حج محبت کا سفر﴾

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	**حج گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ**	56
2	**حج کا سفر اللہ کا قرب پانے کا سفر ہے**	57
3	**بیت اللہ کی زیارت کا شوق**	57
4	محبوب کی نشانی سے بھی محبت	58
5	تیل کی پروڈکشن سے پہلے کا سعودیہ	59
6	پاکستان میں کعبہ ہے؟ بچہ کا معصومانہ سوال	60
7	**حج کا شوق**	61
8	حج کا تعلق مال سے نہیں	62
9	عشاق کیا کر رہے ہونگے؟	63
10	کچے راستے اور پکے حاجی	63
11	حاجی کی دعا کی تاثیر	64
12	**حج تین صفات کے ساتھ**	66
13	**1. محبت کے ساتھ**	66
14	اکابرین کا محبت بھرا سفر حج	68

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
15	بار بار حج کرنے کا وظیفہ	68
16	**2. عاجزی کے ساتھ**	69
17	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عاجزی سے بھرپور اشعار	70
18	غصہ تکبر کی نشانی ہے	70
19	خادم بن کر جائیں	71
20	حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا عاجزی والا سفر حج	72
21	اے ابراہیم! میں جھکا ہوا دل لائی ہوں	74
22	**3. توکل کے ساتھ**	74
23	حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا توکل کے ساتھ سفر حج	75
24	آج کل کا آسان سفر حج	76
25	رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا توکل	77
26	حج کے شوق نے کام آسان کر دیا	78

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : أَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ، وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ [1]

ترجمۃ: اور حج اور عمرہ کرو صرف اللہ کے لئے۔

حج گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ

حج کا سفر بہت زیادہ برکتوں والا اور فضیلت والا سفر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے حج کیا جس میں کوئی بے ہودہ اور نافرمانی کا کام نہ کیا ہو تو وہ حج

[1] سورۃ البقرۃ : 196

کرنے کے بعد گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا اس دن پاک تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ ❶

حج کا سفر اللہ کا قرب پانے کا سفر ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

پے در پے حج و عمرے کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے، اور حجِ مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔ ❷

بیت اللہ کی زیارت کا شوق

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ایمان والوں کے دلوں کے لئے مقناطیس بنا دیا ہے۔ ہر مومن کے دل کی خواہش ہے کہ میں اس گھر کی زیارت کروں۔ آپ کسی ایمان والے سے پوچھ لیں کہ آپ حج پر جانا چاہتے ہیں؟ وہ یہی کہے گا کہ ہاں مجھے حج پر جانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے دلوں میں حج اور اس گھر کی زیارت کا شوق رکھ دیا ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، مرد ہو یا عورت ہر ایک کے دل میں اس گھر کی محبت رکھ دی ہے۔ ۔مومن کا دل وہاں Attract ہوتا ہے۔اس سے مومن کا دل بھرتا ہی نہیں۔ علماء نے فرمایا کہ مومن کا دل بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے بھرتا نہیں ہے۔لوگ اس گھر کی

---

❶ من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه. [صحيح البخاري (2/ 645)]

❷ تابعوا بين الحج والعمرة فإنهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحجة المبروة ثواب إلا الجنة. [سنن الترمذي (2/ 153)]

زیارت کے لئے جاتے ہیں، گھنٹوں بیٹھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں مگر پھر بھی دل نہیں بھرتا۔ پھر باہر نکلتے ہیں پھر ہوٹل جا کر بھی اس گھر کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، حالانکہ ایسے ہوٹل میں کمرہ مہنگا ہوتا ہے جہاں سے بیت اللہ نظر آئے۔ اللہ نے اس گھر میں ایک کشش ایک دی ہے۔

محبوب کی نشانی سے بھی محبت

یہ محبت اصلا اس گھر سے نہیں ہے اس Square box کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ اس گھر کے مالک کے ساتھ ہے۔ اس گھر کو اللہ نے اپنی نشانی بنا دیا ہے۔ اللہ کی تجلیات اس گھر پر پڑتی ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، اسی لئے مومن کا دل اس گھر کی طرف کھنچتا ہے۔ محبت کا اصول بھی یہی ہے کہ اگر محبوب سے نہ ملا جا سکے تو محبوب کی نشانی کو دیکھ کر دل کو تسکین ملتی ہے۔ اسی طرح نشانی کو دیکھ کر محبت جوش مارتی ہے، جیسے بیٹا ملک سے باہر پڑھنے یا کاروبار کے لئے گیا ہو، ماں اس کے لئے اداس ہوتی ہے۔ اس کے کپڑوں کو دیکھ کر اس کو یاد کرتی ہے کہ یہ میرے بیٹے کے کپڑے ہیں۔ اس کے کمرے میں جا کر روتی ہے کہ یہ میرے بیٹے کا کمرہ ہے۔ کیا اس کو بیٹے کے کمرے سے محبت ہے؟ اس کے کپڑوں سے محبت ہے؟ نہیں، بلکہ اس بیٹے کی محبت کی وجہ سے اس کپڑے کو بھی چوم رہی ہوتی ہے، اس کمرے کو بھی چوم رہی ہوتی ہے، تو مومن کو بھی جو محبت بیت اللہ سے ہے وہ اس گھر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی تجلی کی وجہ سے ہے۔ اس گھر کے مالک کی وجہ سے ہے۔ مجنوں کو لیلیٰ سے محبت تھی تو لوگوں نے دیکھا کہ مجنوں کتے کے پیروں کو چوم رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ تیرا دماغ خراب ہے تو کتے کے پیروں کو چوم رہا ہے۔ مجنوں نے کہا کہ

کیوں نہ اس کتے کے پیروں کو چوموں کہ یہ لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے۔ اس کو کتے سے محبت نہیں تھی اس کے پیروں سے بھی محبت نہیں تھی یہ محبت جو تھی۔ یہ لیلیٰ کی محبت کا اظہار تھا۔ مومن صبح شام بیت اللہ کے غلاف کو چوم رہا ہوتا ہے، صبح شام اپنی پیشانی جھکا رہا ہوتا ہے یہ سب بیت اللہ کے ساتھ محبت کا اظہار ہے۔

تیل کی پروڈکشن سے پہلے کا سعودیہ

پہلے زمانے میں حج اور عمرہ کا سفر مشکل ہوتا تھا، لوگ پیدل حج کیا کرتے تھے، اونٹوں پر کرتے تھے، تیل نکلنے سے پہلے سعودیہ بہت غریب ملک تھا اور تیل کی پروڈکشن تقریباً 1950 کے قریب شروع ہوئی، اس سے پہلے غربت کا ماحول تھا۔ تیل کی پروڈکشن شروع ہونے کے بعد بھی ان کو ترقی کرنے میں دس بیس سال لگے، ستر کی دھائی میں کچھ نہ کچھ امیری کی طرف گیا ورنہ اس سے پہلے دیگر اسلامی ممالک سے بھی زیادہ غربت تھی۔ اتنی غربت ہوتی تھی کہ وہاں کے عام شہری (Local Citizan) حج کا انتظار اس نیت سے کرتے تھے کہ حاجی آئیں گے تو ہم یہاں رہنے والوں کو وہ کچھ صدقہ کریں گے تو کھانے پینے کو مل جائے گا۔ اتنی غربت تھی کہ بیت اللہ شریف کا غلاف وہاں کی حکومت اپنے خرچ سے بنوا نہیں سکتی تھی، ہر سال بیت اللہ شریف کا غلاف مختلف اسلامی ممالک کے ذمے لگتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کا غلاف یہاں پاکستان سے بن کر گیا اسکو تیار کر کے یہاں کراچی لایا گیا اور یہاں سے سعودیہ پہنچایا گیا، کراچی تک ٹرین میں لایا گیا اور لوگوں کا اس غلاف سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جس اسٹیشن پر ٹرین رکتی وہاں ہزاروں لوگ صرف اس غلاف کی زیارت کے لئے جمع ہو جاتے۔

پاکستان میں کعبہ ہے؟ بچہ کا معصومانہ سوال

چنانچہ حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے لئے ہم منیٰ میں تھے۔ ایک بدو (سعودی دیہاتی) آیا اور اس نے اشارے سے کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اس کے لئے روٹی بنادو۔ اہلیہ نے آٹا نکالا، پانی نکالا کہ روٹی پکا کر دی جائے۔ اس بدو نے جیسے ہی آٹے کو دیکھا تو آٹے کو پیالے میں ڈالا، پانی ملایا اور اسی طرح کچا آٹا پانی میں ملا کر پی گیا۔ پھر کہا کہ بھوک کا یہ عالم ہے کہ میں انتظار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب یہ آٹا کھانے کے بعد ایک روٹی بنا کر دینا چاہتے ہو تو دیدو، اتنی بھوک، اتنی مفلسی تھی۔ حج کا سفر آج کی طرح کا سہولت والا سفر نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ بچے آتے، حاجی جو کھارہے ہوتے وہ وہاں کے بچوں کو کچھ کھانے کے لئے دیدیتے۔

فرماتے ہیں کہ ایک بچہ ہمارے پاس ہر روز آتا، چھوٹا بچہ تھا، میری اہلیہ بھی اس کو کھانے کے لئے دیتی، مجھے بھی اس سے مناسبت ہوگئی۔ کئی دن گزر گئے، پہلے سفر بھی بہت لمبا ہوتا تھا، آج کی طرح پچیس دن کا پیکج (Package)، چالیس دن کا پیکج (Package) نہیں ہوتا تھا، اب تو پندرہ دن اور گیارہ دن کے بھی پیکجز (Packages) ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا تھا بلکہ حاجی سمندری سفر کرتا تھا۔ اس کا یہ سفر کم از کم چار پانچ مہینے کا ہوتا تھا۔ تو فرمانے لگے کہ یہ بچہ آتا جاتا رہتا، ایک دو مہینہ گزر گئے، اتنی مناسبت اور محبت ہوگئی کہ جب جانے کا وقت آیا تو ہم نے اس بچے سے کہا کہ دیکھو یہاں غربت ہے، اگر تم ہمارے ساتھ پاکستان چلوگے تو ہم تمہیں اپنا بیٹا بنائیں گے، وہاں پڑھنے کے لئے اسکول

بھی ہوتے ہیں۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ میں پڑھائی کروں گا؟ ہم نے کہا ہاں! ہم نے کہا ہم تجھے کپڑے بھی دیں گے۔ وہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا، ہم نے کہا وہاں کھانے پینے کی بھی بہت آسانی ہو گی۔ وہ بچہ سوچنے لگا اور آخر میں اس معصوم بچے نے بیت اللہ شریف کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا یہ بھی وہاں ہو گا؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ وہاں نہیں ہو گا۔ تو اس بچے نے کہا کہ پھر مجھے آپ کے پاکستان نہیں جانا۔

حج کا شوق

اس امت کے بزرگوں نے حج اور عمرے کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر سال حج فرمایا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج فرمائے۔ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پچپن (55) حج فرمائے اور عطاء بن ابی رواح رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (70) سے زیادہ حج فرمائے۔

آج سے چند سال پہلے مکہ مکرمہ کے اخباروں میں ایک حاجی کا انٹرویو آیا، وہ حاجی یمن کا تھا، بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی عمر 120 سال کے قریب تھی، انٹرویو لینے والے نے پوچھا کہ آپ نے کتنے حج کیئے؟ اس نے کہا: یہ میرا سوواں (100) حج ہے اور پھر عجیب بات اس نے کہی کہ 100 میں سے 80 حج میں نے یمن سے پیدل کیئے ہیں۔

لوگوں نے اللہ سے محبت کا اظہار کرنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا. یہ حج اور عمرہ اللہ کے لئے ہے، یہ اللہ کی محبت کا اظہار ہے، اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔

حج کا تعلق مال سے نہیں

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ حج کے سفر کا تعلق مال کے ساتھ نہیں، اعمال کے ساتھ ہے۔ جتنی طلب ہوتی ہے، جتنا دیوانہ پن ہوتا ہے اتنا اللہ تعالیٰ اس کے راستے کو ہموار کر دیتے ہیں۔ خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے وقت کے بڑے بزرگ گزرے ہیں مگر غربت تھی۔ حج پر جانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کا بہت شوق رکھتے تھے۔ کئی سال گزر گئے مگر موقع نہیں ملا۔ ہر سال جب حج کے دن آتے تو دیوانہ وار دعائیں مانگ رہے ہوتے، سال کے باقی ایام میں بھی دعائیں مانگ رہے ہوتے کہ یااللہ کوئی راستہ پیدا فرمادے کہ یہ مبارک سفر نصیب ہو جائے۔ ایک مرتبہ بہت غم کے ساتھ یہ دعا مانگی۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبدالمالک! تم ہمارے پاس آتے نہیں، خواب میں ہی حضرت نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں آنا تو چاہتا ہوں مگر اسباب نہیں ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا ہم کہہ دیں گے اور بس یہ بات کہی اور خواب مکمل ہو گیا۔

آپ جب بیدار ہوئے تو ایک دو دن ہی گزرے تھے کہ آپ ہی کے تعلق والے ایک صاحب آئے اور بہت عاجزی کے ساتھ یہ درخواست کی کہ حضرت! میری طرف سے یہ ہدیہ قبول فرمائیں اور آپ حج پر تشریف لے جائیں۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد حضرت 27 سال زندہ رہے اور 27 سال میں 26 حج کئے۔ ایک سال حج کی کوئی ترتیب نہیں بن رہی تھی تو وہاں کے معلم نے اپنی طرف سے پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے مہمان بنیں، تو حضرت ان کے مہمان بن کر تشریف لے گئے۔

حج کے سفر کا تعلق مال کے ساتھ نہیں ہے۔ اس سفر کا تعلق طلب کے ساتھ ہے جتنی انسان کے اندر طلب ہوتی ہے، جتنی دیوانگی ہوتی ہے، جتنا وہ اللہ سے مانگتا ہے اس حساب سے اللہ تعالیٰ اس گھر کے راستے کو ہموار کر دیتے ہیں۔

عشاق کیا کر رہے ہونگے؟

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب بھی حج کے ایام شروع ہوتے تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی، گھر والے اور ملنے والے بتاتے ہیں کہ ہر تھوڑی دیر بعد حضرت فرماتے: پتہ نہیں! عشاق کیا کر رہے ہوں گے؟ پتہ نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے؟ حضرت حاجیوں کو عشاق کہتے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے ایام شروع ہوئے اور حضرت پر دیوانگی کی کیفیت طاری تھی۔ جانے کی ترتیب اور وسائل نہیں تھے۔ دل میں ایک غم رہتا تھا۔ بہت ہی غم اور دیوانگی کی حالت میں کہتے کہ پتہ نہیں عشاق کیا کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تڑپ کو قبول کیا اس کے بعد انھوں نے کئی سال متواتر حج کیا اور صرف یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حج کی توفیق دی، بلکہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ کر کئی سال درس حدیث کی بھی توفیق نصیب ہوئی۔

کچے راستے اور پکے راہی

پہلے زمانے میں سفر اتنا مشکل ہوتا تھا کہ کئی مرتبہ چھ چھ مہینے پہلے ہی لوگ اپنے گھروں سے نکلتے، سمندری جہاز کا سفر ہندوستان، پاکستان سے چھ مہینے پہلے، آٹھ مہینے پہلے شروع ہوتا اور حاجی سفر کرتے کرتے چھ آٹھ مہینے بعد جدہ پہنچتے اور جدہ سے مکہ جو آج

تقریباً 50 منٹ کا راستہ ہے وہ بھی جدہ سے اونٹوں اور گدھوں کے ذریعہ بیس دن کا سفر ہوتا تھا اور جدہ اور مکہ کے درمیان بڑے بڑے پہاڑ ہیں تو پہاڑوں پر چڑھنے اترنے سے سفر بہت مشکل ہوتا تھا۔ حاجی مشقت بھرا سفر کرکے مکہ مکرمہ پہنچتا تھا اور آج کا تو یہ عالم ہے کہ حاجی اپنی گاڑی میں گھر سے کراچی ایئرپورٹ پہنچتا ہے، ایئرپورٹ بھی ایئرکنڈیشن ہوتا ہے، اس کے بعد ایئرکنڈیشن ہوائی جہاز میں بیٹھتا ہے، چار گھنٹے میں کراچی سے جدہ پہنچتا ہے۔ کچھ وقت امیگریشن میں لگتا ہے اور حاجی ایئرکنڈیشن بسوں میں سفر کرکے مکہ پہنچنے کے بعد ایئرکنڈیشن ہوٹل میں ٹھہرتا ہے اور اللہ کی شان حرم بھی اللہ تعالیٰ نے ایئرکنڈیشن کردیا۔ مگر عجیب بات ہے کہ آج کا حاجی اتنی آسائش کے باوجود بھی پہلے کے حجاج کرام سے کم عبادت کرتا ہے۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا کہ پہلے راستے کچے تھے مگر حاجی بڑے پکے تھے، اب راستے پکے ہوگئے ہیں مگر حاجی کچے ہوگئے۔

حاجی کی دعا کی تاثیر

حضرت حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم سمندری جہاز میں تھے کہ راستے میں طغیانی آگئی۔ جہاز کے کیپٹن نے جہاز کو لنگر انداز کردیا کہ جہاز کو آگے نہیں چلایا جاسکتا، ورنہ ڈوبنے کا خطرہ ہے۔ کئی دن تک جہاز لنگر انداز رہا۔ حاجیوں کو ڈر تھا کہ حج کی تاریخیں قریب نہ آجائیں، حج فوت نہ ہوجائے۔ کئی دنوں بعد طغیانی ختم ہوئی تو جہاز کے لنگر اٹھادیئے گئے اور جہاز چل پڑا۔ جب جہاز جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا تو 7 ذی الحجہ ہوچکی تھی، 8 ذی الحجہ کو حج کے ایام شروع ہوجاتے ہیں، 9 ذی الحجہ عرفات کا دن ہوتا ہے۔ جب

7ذی الحجہ کو پہنچے تو سب کو خوشی ہوئی، سب نے کہا کہ بس ہمیں فوراً یہاں سے نکالا جائے اور ہم مکہ پہنچیں تا کہ حج کا یہ فریضہ ادا ہو جائے۔ مگر وہاں کی حکومت نے کہا کہ ہمارا اصول ہے کہ حاجی بندر گاہ پر تین دن ٹھہرتے ہیں تا کہ چیک کر لیا جائے کہ ان کے اندر کوئی ایسی بیماری تو نہیں ہے جو یہاں کے لوگوں کو لگ جائے۔ اب یہ سات تاریخ کو ہی وہاں پہنچے تھے، تین دن رکنے کا مطلب تو اپنے حج کو فوت کرنا تھا۔ اب شور مچ گیا، اتنے مشکل سفر کے بعد بھی حج نکل جائے ایسا نہیں ہو سکتا، سب لوگ غصے میں آ گئے۔ سب نے کہا کہ ہم بغاوت کریں گے اور ہم ان سے لڑیں گے۔ ہمیں اگر اپنا خون بھی بہانا پڑا تو بہائیں گے مگر ہم نے 9 تاریخ کو عرفات میں پہنچنا ہے، لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت حافظ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آپ نے قرآنِ پاک کی آیت تلاوت کی:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ [1]

ترجمہ: حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے نہ کوئی گناہ نہ کوئی جھگڑا

یعنی حج کے سفر میں نہ کوئی فحش بات کی اجازت ہے، نہ گناہ کی اجازت ہے اور نہ ہی لڑنے کی اجازت ہے، تم سب حالتِ احرام میں ہو، اپنے مقام کو سمجھو، حاجی کی دعاؤں کو اللہ رد نہیں کرتا، دعا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچا دیں۔ ان کو یہ بات سمجھ میں آ گئی، سب نے دعائیں مانگنی شروع کیں۔ اللہ کی شان تھوڑی دیر میں حکم آیا کہ حاجی کو جانے کی اجازت ہے، اور حاجی فوراً عرفات میں پہنچیں۔

[1] سورۃ البقرۃ: 197

حج تین صفات کے ساتھ

جو حاجی یہ چاہتا ہے کہ حج کے بعد میرا اللہ سے ایک گہرا تعلق ہو، گناہوں سے پاک بھی ہو، اللہ سے محبت کرنے والا بھی بن جاؤں، میرے اعمال سنور جائیں، تو وہ حج کا سفر تین صفات کے ساتھ کرے۔ حاجی اگر اپنے حج کو قبول کروانا چاہتا ہے تو تین صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہونگی، اگر یہ صفات اپنے اندر پیدا نہ کیں تو جس طرح حج سے پہلے اللہ رب العزت سے کمزور تعلق تھا تو حج کے بعد بھی وہی کمزور سا تعلق ہو گا۔ وہی غفلت والی زندگی ہو گی۔ حج کے بعد اللہ سے قرب میں مزید اضافہ ہونا چاہئے۔

1. محبت کے ساتھ

پہلی صفت یہ ہے کہ حج کا سفر محبت کے جذبے کے ساتھ کرے۔ یہ صرف ایک فرض ادا کرنا نہیں ہے یہ تو عشق و محبت کا سفر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کرنا ہے اور اللہ کی محبت میں ڈوب کر کرنا ہے۔ حج کے سفر کو علماء نے عشق و مستی کا سفر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس حج کے سفر میں حاجی اپنی محبت کا اظہار کرے، جو شخص ہم سے محبت کرتا ہے یا جس کا ہم سے محبت کا تعلق ہوتا ہے وہ ہم سے محبت کا اظہار چاہتا ہے۔ بیوی بھی کہتی ہے کہ محبت کرتے ہو تو ثابت کرکے دکھاؤ، اس کا اظہار کرو، ماں بھی کہتی ہے صرف الفاظ سے نہیں، محبت کرکے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح چاہتے ہیں کہ میرے بندے! محبت کرکے دکھاؤ، محبت کا اظہار کرکے دکھاؤ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ [1]

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا پورا ادا کرو۔

یعنی حج اور عمرہ جو تم نے کرنا ہے یہ خالصتاً اللہ کے لئے کرنا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زیب وزینت بھی چھوڑ دو، اپنا گھر چھوڑ دو، لوگوں کو چھوڑ دو، رشتہ داروں کو چھوڑ دو، کام کاروبار چھوڑ دو، ہر چیز کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جاؤ حتی کہ کپڑے جو پہنے ہیں وہ بھی اتار دو، صرف دو چادر لپیٹ کر آؤ، نہانے دھونے کی بھی فکر نہ کرو، میل کچیل کی بھی فکر نہ کرو اور میری محبت میں جیسے عاشق ترانے پڑھتا ہے ایسے پڑھو:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ
إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

ٹھنڈی ٹھنڈی محبت اور صرف زبانی محبت نہیں بلکہ دل کی محبت کا اظہار کرو اور ہر چیز سے ہٹ کٹ کے دیوانگی دیکھاؤ، پہلے کے حاجی دیوانے ہوتے تھے۔ کبھی کبھی اس طرح کے بھی عاشق ہوتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب کے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں، لوگ روک رہے ہوتے ہیں کہ تیرا دماغ صحیح ہے مگر دیوانہ وار عاشق اسی طرح ہوتے ہیں۔ کسی اور طرف توجہ ہی نہ ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو، اکابرین دیوانہ وار سفر کرتے تھے۔

ع   اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل اُن میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجومِ عاشقاں ہو گا

[1] سورۃ البقرۃ: 196

◄ اکابرین کا محبت بھرا سفر حج

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، کچھ ہفتے آپ مکہ مکرمہ میں رہے. جتنے دن بھی وہاں رہے، ساری نمازیں پہلی صف میں تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ امام کے بالکل پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے کی اللہ نے توفیق دی، ہمارے اکابرین بہت شوق اور جذبے کے ساتھ حج کرتے تھے۔ پہلی صف میں امام کے پیچھے تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ ایک نماز پڑھنا بھی تقریباً ناممکن ہے چہ جائیکہ ہفتوں وہاں رہیں اور ہر نماز امام کے پیچھے ادا ہو جائے یہ بہت بڑی بات ہے۔

حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے سوچا کہ اس سفر میں ایک قرآنِ پاک مکمل کروں۔ قرآنِ پاک مکمل کرنے کی ترتیب یہ بنائی، ایک آیت پڑھتے اور اس آیت کو پڑھنے کے بعد قرآنِ پاک رکھتے، جو مضمون اس آیت میں ہوتا اس سے متعلق دعائیں کرتے، پھر قرآنِ پاک کھولتے دوسری آیت پڑھتے، پھر جو مضمون ہوتا اس سے متعلق دعائیں کرتے، اس طرح اللہ سے گھنٹوں اور دنوں پہ محیط دعائیں مانگتے مانگتے قرآنِ پاک مکمل کیا، تو کرنے والوں نے کیسی کیسی محبت کا اظہار کیا۔

◄ بار بار حج کرنے کا وظیفہ

لوگ علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا گُر ہے کہ بار بار یہ سفر نصیب ہو جائے یہ ایسی جگہ ہے کہ جو بندہ ایک بار جاتا ہے اس کا دل کرتا ہے کہ میں بار بار جاؤں۔ علماء اس بات کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو اس مبارک سفر کے لئے منتخب کرتے ہیں تو اس کی ترتیب ایسے ہی ہوتی ہے جیسے ہم یہاں دنیا کے اندر کرکٹ کی

ٹیموں کو منتخب (select) کرتے ہیں۔ اسکول کا ہیڈ ماسٹر کرکٹ کی ٹیم کو منتخب (select) کرتا ہے تو اس کو پتہ ہوتا ہے کہ گیارہ کھلاڑی چننے (select) ہیں۔ گیارہ میں سے پانچ چھ کا پتہ ہوتا ہے کہ یہ ہمیشہ اچھا کھیلتے ہیں ان کے درمیان تو کوئی فیصلہ ہی نہیں کرنا ہوتا، جو تین چار آخری کے ہوتے ہیں ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کس کو چننا(select) ہے تو اسی طرح جو حج کے لئے جاتا ہے اور وہاں جا کر اچھا وقت گزارتا ہے۔ خوب یادِ الٰہی میں وقت گزارتا ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بھی بچاتا ہے وہ ایک اچھا پلیئر بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے Automatically اگلے سال ٹیم میں شامل فرما لیتے ہیں۔ اس لئے مومن کو چاہئے کہ جو وہاں جائیں وہ بھی یکسوئی سے عبادت کریں اور جو یہاں ہیں وہ بھی یکسو ہو جائیں۔

2. عاجزی کے ساتھ

دوسری صفت یہ ہے کہ حج عاجزی کے ساتھ کرے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ شخص کتنا عاجزی کے ساتھ جھک کر آرہا ہے، کتنا یہ اللہ کے سامنے اپنے آپ کو گرا ہوا سمجھ رہا ہے. حاجی کئی مرتبہ یہ کہتا ہے کہ میرا کمال ہے کہ میں حج پر پہنچ گیا اور ہر ایک کو بتا رہا ہے کہ حج پر جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہ رہے ہیں کہ انسان یہ سمجھے کہ میں گناہ گار حج کے قابل نہیں تھا اللہ رب العزت نے رحمت کر دی تو عاجزی کے ساتھ جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

پاک ہے وہ ذات جس تک پہنچنے کے لئے عاجزی کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔

یہ سمجھنا ہو گا کہ میں قابل نہیں تھا اور انسان اپنے آپ کو قابل نہیں سمجھتا تو عاجزی ہے اور حج کے سفر میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے محتاج رکھے اور سچی بات یہ ہے کہ انسان کو

عاجزی ہی سجتی ہے۔ ہم ہیں ہی کیا نہ اپنی مرضی سے پیدا ہوئے، نہ اپنی مرضی سے فوت ہوں گے، گندے پانی کے قطرے سے پیدا ہوئے اور ہم نے مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا ہے توہمیں کہاں سجتا ہے کہ ہم اونچے اونچے بول بولیں. خصوصاحج کے سفر میں اس عاجزی کا اظہار کریں، اپنے آپ کو انسان سب سے کمتر سمجھے۔

◄ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عاجزی سے بھرپور اشعار

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچے اور بہت بڑے بزرگ تھے مگر اشعار عاجزی سے بھرپور کہتے تھے اور بہت ساری آپ کی خوبصورت نظمیں ہیں. مکہ مکرمہ سے متعلق آپ نے جو نظم کہی اس کا عنوان عاجزی ہی عاجزی ہے۔

ع شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا　　　تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھا
ڈال دی ٹھنڈک میرے سینہ میں تو نے ساقیا　　　اپنے سینہ سے لگایا میں تو اس قابل نہ تھا
مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا　　　جام زمزم کا پلایا میں تو اس قابل نہ تھا

◄ غصہ تکبر کی نشانی ہے

حج کا سفر عاجزی کا سفر ہے مگر آج کے حاجی کو تو بات بات پر غصہ ہی آرہا ہوتا ہے کہ کبھی ٹریول ایجنٹ پہ غصہ کر رہا ہوتا ہے، امیگریشن پہ غصہ کر رہا ہوتا ہے. بھئی جہاز لیٹ کیوں ہو گیا؟ بس لیٹ کیوں ہو گئی؟ کبھی ایئرپورٹ والوں پر، کبھی سعودی حکام پر، کبھی ٹریول ایجنٹ پر غصہ کر رہے ہیں حاجی اپنے آپ کو عاجز سمجھے، اپنے آپ کو کمتر سمجھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حج ختم ہوئے دو یا تین دن گزرے تھے، ایک آدمی دوسرے

آدمی کی جگہ پر آکر بیٹھ گیا یا جوتے ادھر رکھ دیئے، اسی طرح کی کوئی چھوٹی سی بات تھی مگر دوسرے نے پیچھے سے اس کو مکا مارا، حرم میں مطاف میں بیٹھے ہوئے تھے مگر اس نے ان مبارک مقامات کا بھی کوئی احترام نہیں کیا۔ غصہ عاجزی کو ختم کر دیتا ہے۔

◄ خادم بن کر جائیں

حج کے سفر میں اپنے آپ کو مخدوم نہ سمجھے کہ جی میں نے پیسے دیئے ہیں تو فلاں میرے لئے یہ کرے اور فلاں میرے لئے یوں کرے. حج کے سفر میں اپنے آپ کو خادم بنائے، جب انسان خادم بنتا ہے تو اس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے، حاجی خادم بن کے جائے۔ سب سے زیادہ مقبول حج اس کا ہے جو سب سے زیادہ خدمت کرے گا۔ جو خود حج کرے گا اور جتنی بھی عبادت کرے گا اس کو ایک ہی بندے کے حج کا اجر ملے گا لیکن جو جتنے لوگوں کی خدمت کریں گے ان سب کے حج کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ ہر حاجی کے بارے میں سمجھے کہ یہ سارے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اللہ نے مجھے بھی ان میں ڈال دیا ہے اب ان کی خدمت کر کے اللہ رب العزت کا قرب پاؤں ایسا سفر کرے گا تو سفر کامیاب ہوگا۔

خواجہ غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور اس وقت حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حج پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے قاری تھے، پاک وہند کے سب سے بڑے قاری تھے, استاذ القراء تھے، اور بہت بڑے اللہ والے تھے. حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے کے لئے گئے تو حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے، حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیر دبانے شروع کر دئے، خدمت والی طبیعت تھی، قاری صاحب نے اٹھ کر دیکھا کہ

کون پیر دبا رہا ہے، جب دیکھا کہ حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو انہوں نے اپنے پیر سمیٹ لئے. اور کہا کہ میں تو آپ سے پیر نہیں دبوا سکتا۔ حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آنسو آنے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت خواجہ غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اب مجھ سے خدمت لینے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں اپنی خدمت کر سکوں۔

◄ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا عاجزی والا سفر حج

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا۔ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اللہ کے گھر عاجزی کے ساتھ جانا چاہیئے، ان کے دل میں یہی آیا کہ عاجزی کا طریقہ یہ ہے کہ ہر چند قدم کے بعد اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں تو ہر چند قدم کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے، پھر چند قدم اٹھاتے مصلیٰ بچھاکے دو رکعت نفل پڑھتے، اس طرح اپنے شہر سے مکہ مکرمہ پہنچے چودہ سال لگ گئے۔ اللہ اکبر! جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو مشہور ہو چکا تھا کہ ایک بزرگ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں اور اتنے سالوں سے سجدہ کرتے کرتے، نفلیں پڑھتے پڑھتے آرہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس اللہ والے کا تو استقبال کرنا چاہیئے۔ سارا شہر اُمڈ کر باہر آگیا۔ ان کو بھی خبر ملی کہ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے اور بہت سارے لوگ استقبال کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ دل میں آیا کہ یہ تو عاجزی کا سفر، اپنے آپ کو جھکانے، اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل کرنے کا سفر ہے اتنے ہزاروں لوگ استقبال کریں گے تو عاجزی ختم نہ ہو جائے؟ اتنی کمائی جو چودہ سال میں کی ہے اور جو اللہ کی محبت میں چل کر آرہا ہوں ایسا نہ ہو کہ ضائع ہو جائے، ڈر لگا تو اللہ سے دعا

کی کہ یا اللہ! اس آزمائش سے کسی طرح نکال دے۔ لوگوں نے ان کو دیکھا تو نہیں تھا۔ نہ تصویر (picture) کا زمانہ تھا، نہ واٹس ایپ کا زمانہ تھا، نہ کوئی کسی کو جانتا تھا۔ بس جب ملتے تھے تو پتہ چلتا تھا کہ یہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تو آپ سفر کرتے کرتے جب مکہ مکرمہ پہنچے تو پہلے چند لوگ جو ملے انہوں نے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے وہ بھی آنے والے ہیں؟ انہوں نے کہا وہ فاسق فاجر آدمی! اس کا تم انتظار کر رہے ہو؟ لوگوں نے جب یہ سنا کہ اتنے بڑے بزرگ کو فاسق فاجر کہہ رہا ہے، لوگوں نے ان کی پٹائی کی کہ اتنے بڑے بزرگ کو تم کہہ رہے ہو کہ وہ فاسق ہیں، وہ فاجر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں، وہ ایسے ہی ہیں۔ لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور لوگ ان سے متنفر ہو گئے اور وہ چلتے چلتے مکہ میں داخل ہوئے۔ کسی کو پتہ ہی نہ چلا کہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ مکہ میں چلے بھی گئے اور لوگ پیچھے انتظار کرتے رہ گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بنایا ہے کہ جو اللہ سے جتنی محبت کرتا ہے مخلوق اس سے اتنی ہی محبت کرتی ہے چنانچہ لوگوں نے پہچان لیا اور بڑی محبت کا اظہار کیا۔ اتنی محبت دی کہ اس کے بعد وہ مکہ سے واپس جا ہی نہ سکے، باقی پوری زندگی مکہ مکرمہ میں گزار دی۔

◄ اے ابراہیم! میں جھکا ہوا دل لائی ہوں

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کا سفر کر کے گئے، اتنے سجدے کئے، اتنی عبادت کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک گہری نظر عطا فرمادی تھی، ایک کشفی نظر عطا فرمادی تھی۔ دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف پر زبردست قسم کی تجلیات نازل ہو رہی ہیں مگر حیران اس بات پر ہوئے کہ یہ تجلی جو بیت اللہ شریف پر نازل ہو رہی ہے وہی تجلی ایک

بوڑھی عورت پر پڑ رہی ہے۔ حیران ہوئے کہ یہ نیک عورت کون ہے ؟ یہ بوڑھی عورت ہے کون ؟

اس تجلی کو اس بوڑھی عورت پر پڑتے ہوئے دیکھ کر وہ ان کے پاس چلے گئے کہ اماں آپ کون ہیں ؟ انہوں نے کہا میں رابعہ بصریہ ہوں. انہوں نے کہا اماں! سچی بات یہ ہے کہ اللہ نے نگاہ دی ہے اور دیکھ رہا ہوں کہ جو تجلی اس بیت اللہ پر نازل ہو رہی ہے وہی تجلی آپ پر پڑ رہی ہے، یہ مقام آپ نے کیسے حاصل کیا؟ میں بھی اللہ کو ڈھونڈتا ہوا اس کا قرب حاصل کرتا ہوا چودہ سال میں پہنچا ہوں مگر مجھے اتنا قرب نہیں ملا. رابعہ بصری ؒ نے فرمایا اے ابراہیم! تو جھکے ہوئے سر کو لے کے آیا ہے میں جھکے ہوئے دل کو لے کے آئی ہوں۔

انسان جب عاجزی سے یہ سفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سفر کی قدر کو اور اس کی قیمت کو بڑھا دیتے ہیں۔

3. توکل کے ساتھ

تیسری صفت یہ ہے کہ حج توکل کے ساتھ کرے۔ ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے، مگر اس سفر میں چونکہ انسان اللہ کا مہمان ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھ زیادہ سامان نہ لے۔ اللہ پر توکل کرے کہ اللہ کے مہمان ہیں، اللہ نے ہی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ جتنی بھی انسان کوشش کر لے جو مقبول حج ہو گا اس میں تکلیف کچھ نہ کچھ ضرور آئے گی۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا توکل کے ساتھ سفر حج

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگی بہت ہی غفلت والی تھی، شراب پیتے تھے۔ جب زندگی بدلی تو اللہ سے دیوانہ وار محبت ہو گئی، ہر گناہ کو چھوڑ دیا، دن رات اللہ رب العزت کی یاد میں گزارتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قربانی پر ایسا اجر دیا کہ آپ بڑے شیخ بنے۔ وقت کے بڑے بڑے علماء آپ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ کی صحبت میں آتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ کافی غربت تھی مگر ارادہ کیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بشر حافی! امیر لوگ غریبوں کی خدمت کرتے ہیں یہ بہت اچھی بات ہے مگر مجھے پسند یہ ہے کہ غریب کسی سے سوال ہی نہ کرے۔

جب سفر کا وقت قریب آیا تو ایک قافلے والوں کو پتہ چلا کہ حضرت حج پر تشریف لے جا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر حضرت ہمارے ساتھ چلیں تو ہم سب کو فائدہ ہو جائے گا، ہمارا سفر بہتر ہو جائے گا، اللہ کی طرف توجہ کرتے ہوئے سفر کریں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، تمہارے قافلے کے ساتھ سفر کروں گا مگر تین شرطیں ہیں۔ ان تین شرطوں کو سننے کے بعد قافلے والوں نے کہا کہ حضرت! ہم آپ کے ساتھ سفر نہیں کر سکتے۔ ان شرائط میں سے پہلی شرط یہ تھی کہ اس سفر کے اندر ہم جتنے بھی قافلے والے ہیں کوئی بھی زادِ راہ نہیں لے کر جائے گا۔ سارے حیران ہوئے کہ حج کا سفر ہے اور زادِ راہ نہیں ہو گا تو کیسے گزارہ ہو گا؟ حضرت نے فرمایا کہ ہم اللہ کے مہمان ہیں، اُن کے اوپر خواب میں زیارت کے بعد ایک عجیب کیفیت تھی۔ وہ لوگ حضرت سے

محبت کرنے والے لوگ تھے انہوں نے کہا کہ حضرت فرمارہے ہیں تو ان شاء اللہ اللہ کی طرف سے مدد ہو گی، کوئی نہ کوئی راستہ بن جائے گا۔ سب نے کہا ٹھیک ہے زادِ راہ نہیں لے کر جائیں گے، ایسے ہی نکل جاتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ اس راستے میں کسی سے کچھ مانگنا بھی نہیں۔ کچھ ساتھیوں نے کہا بزرگوں کے ساتھ سفر ہے، لوگ خود ہی دیدیں گے تو گزارہ ہو جائے گا۔ کچھ نے کہا کہ ایسے کیسے گزارا ہو گا؟ یہ کوئی چھوٹا سفر نہیں ہے، سفر مشکل ہو جائے گا نہ کوئی زادِ راہ ساتھ ہو گا اور کسی سے کچھ مانگنا بھی نہیں۔ مگر اس کے بعد والی تیسری شرط جو تھی اس میں پورے گروپ نے ہی کہہ دیا کہ حضرت آپ کے ساتھ سفر نہیں کر سکتے۔ حضرت نے فرمایا کہ تیسری شرط یہ ہے کہ اگر کوئی خود سے بھی کچھ دے گا تو آپ نے اس کو منع کر دینا ہے تو سب نے کہا کہ حضرت ہم آپ کی طرح سفر نہیں کر سکتے۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ توکل کے راستے کے بادشاہ تھے۔

◄ آج کل کا آسان سفرِ حج

حج کے سفر میں اب تو نعمتیں ہی نعمتیں ہیں، کھانے کو بھی اچھا ملتا ہے، سواریاں بھی اچھی ملتی ہیں، خدمت کرنے والے لوگ بھی ملتے ہیں، غرض سفر اتنا آرام دہ ہوتا ہے کہ حج کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہماری ایک خاتون رشتہ دار حج کر کے آئیں تو کہتی ہیں کہ یہ والا حج تو میں اپنے ڈرائنگ روم میں بھی کر سکتی تھی، تم نے وہاں بھجوادیا۔ یعنی ان کو اتنا آسان حج لگا جیسا کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھنا ہو۔

◄ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا توکل

رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا حج کے سفر کے لئے ایک گدھے پر سوار تھی، ساتھ میں کافی لوگ تھے، قافلہ بڑا تھا، راستہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہا کا گدھا فوت ہو گیا۔ لوگ بھی جانتے تھے اللہ کی نیک بندی ہیں۔ سب نے کہا: اماں! اپنا سارا سامان ہمارے گدھوں پر ڈال دیجئے اور آپ کو ہم ایک گدھا دے دیتے ہیں آپ آرام سے اس پر تشریف فرما ہو کر چلیں، اس کی فکر ہی نہ کریں کہ گدھا فوت ہو گیا ہے، مگر وہ ایک عجیب توکل کے حال میں تھیں۔ آپ نے آگے سے ان قافلے والوں کو ڈانٹ دیا کہ میں نے تم پر توکل کیا ہے یا اللہ پر؟ اب قافلے والوں نے جب ڈانٹ سنی تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے اماں، ہم نے تو پہنچنا ہے تو ہم آگے چلتے ہیں۔ آپ اکیلی اس مرے ہوئے گدھے کے پاس بیٹھتی ہیں، ہاتھ اٹھاتی ہیں یا اللہ! میں نے تجھ پہ توکل کیا، لوگوں پر توکل نہیں کیا۔ میرے مالک! میرے لئے آسانیاں پیدا کر دے۔ اللہ کی شان وہ مردہ گدھا کھڑا ہوتا ہے، آپ اس گدھے پر بیٹھ کر اللہ کے گھر پہنچ جاتی ہیں۔

حاجی اللہ پر اعتماد کرے، راستہ اللہ تعالیٰ نے بنانا ہے، اللہ نے ہی پہنچانا ہے۔ کئی مرتبہ بوڑھے بوڑھے لوگ ہوتے ہیں اور انسان حیران ہوتا ہے کہ چل بھی نہیں پا رہے مگر اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستے بناتے ہیں اور آج کے زمانے میں بھی حجرِ اسود کو آرام سے بوسہ دے کر آجاتے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے بھی دیتے ہیں اور پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کہ کسی کو بھی دھکا نہیں دیا، اللہ نے راستہ بنایا۔

◄ حج کے شوق نے کام آسان کردیا

ایک عجیب واقعہ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، حالانکہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے، ایسا کرنا بالکل بھی ٹھیک نہیں۔ بہت پرانے زمانے کی بات ہے جب پانی کے جہاز پر حج کے لئے جاتے تھے، صوبہ پنجاب میں ایک گوالہ تھا۔ گوالہ دودھ بیچنے والے کو کہتے ہیں۔ اس نے کسی سے سُن لیا کہ حج کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بندہ بنالیتے ہیں، وہ اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ اس کے دل میں حج پر جانے کا بہت شوق پیدا ہوا اور بزرگوں سے سنا ہے کہ حج کے سفر کا تعلق مال کے ساتھ نہیں ہے۔ اس نے کہا بس اب مجھے حج پر جانا ہے، مال نہیں ہے تب بھی حج کے لئے جاؤں گا، کسی سے پوچھا کہ کہاں سے جاتے ہیں؟ اس نے کہا کہ کراچی سے جاتے ہیں۔

اس زمانے میں ہندوستان کے لوگ کراچی کی بندرگاہ سے پانی کے جہاز سے جاتے تھے۔ اب وہ چلنے لگا تو کسی نے کہا کہ بھئی ایسے کراچی نہیں جاتے، ریل گاڑی پر کراچی جاتے ہیں۔ وہ گوالہ ٹرین اسٹیشن کی طرف چلا گیا، ٹرین اسٹیشن پر ٹرین ماسٹر تھا۔ اس نے کہا بھئی کون ہو تم؟ اس نے کہا جی میں نے حج پر جانا ہے اور کراچی جانا ہے، سنا ہے وہاں سے حج پہ جاتے ہیں۔ اس نے کہا تیرے پاس پیسے ہیں؟ کہا نہیں۔ پاسپورٹ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ٹکٹ ہے؟ گوالہ نے کہا نہیں۔ مگر میرا اللہ مجھے حج کے لئے لے جائے گا۔ ٹرین ماسٹر پر بڑا اثر ہوا، اس نے کہا بھئی دیکھ تو نے اگر حج پر جانا ہے تو میں تیری اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ تجھے ٹرین میں بٹھا دیتا ہوں اور کراچی تک پہنچا دیتا ہوں۔

گوالہ کراچی پہنچ گیا اور ٹرین سے اتر کر چلنے لگ گیا۔ راستہ میں کسی سے پوچھا کہ

حج کے لئے کہاں سے جاتے ہیں؟ اس نے کہا کہ کراچی کی بندر گاہ سے جہاز کے ذریعے حج کے لئے جایا جاتا ہے۔ چلتے چلتے کئی گھنٹے بعد بالآخر اس کو بندر گاہ نظر آئی۔ کسی سے پوچھا کہ وہ کونسا جہاز ہے جو حج کے لئے جاتا ہے؟ پھر اس جہاز پر پہنچ گیا اور کہا کہ مجھے حج کے لئے جانا ہے۔ وہاں قلی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا حج کے لئے ایسے نہیں جاتے۔ تیرے پاس پاسپورٹ ہے؟ تو نے ٹکٹ خریدا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں ،نہ پاسپورٹ ہے نہ ٹکٹ ہے نہ پیسے ہیں. وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ پھر تو حج پر کیسے جائے گا۔ اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ حج کے سفر کا تعلق مال کے ساتھ نہیں ہے۔ قلی نے بھی کہا کہ اس طرح کی باتیں نہ کر، حج کے لئے جانا ہے تو اس کی ترتیب ہوتی ہے، حکومت سے اجازت لینی پڑتی ہے، ویزا لگتا ہے، پاسپورٹ بنتا ہے۔ اللہ کی شان حج کے سفر کا وقت شروع ہو گیا۔ حاجی آنے لگے سامان جہاز پر لوڈ ہونا شروع ہو گیا۔ اس نے قلی سے کہا کہ میں بھی لوڈ کرتا ہوں، لوڈ کرتے کرتے خود بھی جہاز پر سوار ہو گیا اور جہاز چل پڑا۔ اب سب لوگوں کے لئے بیٹھنے اور آرام کی جگہ متعین تھی مگر اس کے پاس بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں ہے، کبھی اِدھر جا رہا ہے کبھی اُدھر جا رہا ہے. اللہ کی شان کسی ایک بندے سے دوستی کرلی، کچھ نہ کچھ کھانے کو بھی مل جاتا تھا، ہر ایک کے سامنے بس ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی کہ حج پر جانا ہے، اللہ سے دوستی کرنی ہے۔ تھوڑے دن گزرنے کے بعد اس نے اس دوست سے کہا کہ جب جدہ کی بندر گاہ نظر آنے لگے تو مجھے بتا دینا۔ جب جہاز جدہ کے قریب پہنچا، بندر گاہ نظر آنے لگی، اس وقت دونوں جہاز کے کونے پر کھڑے ہوئے تھے تو دوست نے کہا کہ وہ سامنے جدہ کی بندر گاہ ہے۔ گوالہ نے جیسے ہی سنا اس نے زور سے کہا اللہ اکبر اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ وہ دوست بہت

پریشان ہوا اس نے گوالہ کو آوازیں لگائیں۔ تھوڑی دیر تو وہ گوالہ نظر آیا اس کے بعد وہ پانی کے اندر چلا گیا۔ دوست نے بھی یہ سوچ لیا کہ پاگل نوجوان تھا، عقل نہیں تھی، نہ اس کے پاس پاسپورٹ تھا، نہ ٹکٹ تھی۔ بس ایک ہی رٹ لگاتا تھا حج کے لئے جانا ہے حج کے لئے جانا ہے۔ اب جذبات میں آکر چھلانگ لگادی اور فوت ہو گیا۔ کچھ دن بعد جدہ کی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہو۔ یہ دوست غم کی کیفیت میں تھا، جب انسان موت کو قریب سے دیکھتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔

وہ دوست بتاتا ہے کہ جب میں نے حج کر لیا۔ حج کے بعد چند دن مکہ میں ٹھہرنا تھا. ایک دن حرم سے باہر نکل رہا تھا تو ایک عربی بندہ نظر آیا، کپڑے بھی عربوں والے پہنے ہیں اور عربوں کی طرح رومال بھی لگایا ہوا ہے۔ دیکھنے میں کوئی امیر بندہ لگ رہا تھا مگر اس کا چہرہ بالکل اس گوالے کی طرح لگ رہا تھا۔ میں اس کے قریب ہوا اور جا کر دیکھا تو وہ گوالہ ہی تھا، میں نے اردو میں ہی کہہ دیا کہ تو میرا سمندری جہاز والا دوست ہے؟ اس نے کہا ہاں میں تیرا وہی دوست ہوں۔ میں نے کہا تم اس حال میں؟ اس نے کہا ہاں، میں نے کہا تم یہاں کیسے پہنچے؟ ہم تو سمجھے تھے کہ تم فوت ہو گئے۔ اس نے کہا میرے ساتھ میرے گھر چلو میں وہاں جا کر بتاتا ہوں۔ میں نے کہا یہاں تیرا گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میرے ساتھ میری گاڑی میں بیٹھ کر چلو۔ اللہ کی شان تھوڑی دیر بعد ایک ڈرائیور گاڑی لے کر آیا، دروازہ کھولا۔ اس نے کہا آؤ، بیٹھ جاؤ۔ دونوں گاڑی میں بیٹھے۔ میری حیرانگی کی انتہاء نہ رہی کہ اس وقت اس گوالہ کے پاس نہ پاسپورٹ، نہ ٹکٹ، نہ پیسے تھے اور اب گھر اور گاڑی بھی ہے۔ گھر پر پہنچے تو گوالہ نے بتایا کہ میں پانی میں بیہوش ہو گیا، سمندر کی لہروں

نے مجھے ساحلِ سمندر پر پہنچا دیا اور میں کئی گھنٹے بیہوش رہا۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آنے لگا تو مجھے لوگوں کے چیخنے کی آواز آرہی تھی۔ دو بندے تھے ایک گائے کو پکڑ کے چیخ رہے تھے اور گائے کبھی اِس کو ٹانگ مار رہی ہے کبھی اُس کو ٹانگ مار رہی ہے۔ میں کھڑا ہوا بڑی تکلیف میں تھا جب پاس جاکر دیکھا تو یہ دونوں بندے گائے میں سے دودھ نکالنے کی کوشش کررہے تھے۔ میں نے ان ان کو اشارہ سے بتایا کہ میں اس کا ماہر ہوں، میں گوالہ ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا تم کر کے دکھاؤ۔ میں نے اپنے مخصوص انداز میں اس گائے کو ہاتھ لگایا اور پوری بالٹی دودھ کی نکال دی۔ یہ دونوں بہت حیران تھے انہوں نے کہا اِدھر ہی رکو۔ میں نے کہا کہ اِدھر نہیں رُکنا، مجھے تو حج پہ جانا ہے۔ اصل میں یہ دونوں سی پورٹ کے ڈائریکٹر کے ملازمین تھے اور اس سی پورٹ کے ڈائریکٹر کے بچے کو ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس بچہ کو گائے کا دودھ پلانا ضروری ہے اس کی جان ورنہ بچے گی نہیں اور وہاں کوئی دودھ نکالنے والا صحیح بندہ ہی نہیں تھا۔ ڈائریکٹر نے آکے ملاقات کی کہ بھائی مجھے تیری ضرورت ہے تو بس مجھے دودھ نکال کر دیا کر میرے بیٹے کی زندگی کا سوال ہے۔ اس نے کہا کہ بھائی وہ میں نکال دوں گا مگر میں تو حج کے لئے آیا ہوں۔ ڈائریکٹر نے کہا تو فکر نہ کر ہم تجھے حج کروائیں گے، یہ میرے ذمے ہے بس تم دودھ نکال کر دیا کرو۔ اس نے کہا دودھ نکالنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ دودھ نکالنے میں ماہر تھا۔

اس ڈائریکٹر صاحب کے سسر کا بھی کئی سو گایوں کا ایک باڑہ تھا اور اس کا بھی مسئلہ یہ تھا کہ کوئی ایسا زبردست دودھ نکالنے والا نہیں ہے۔ اس نے بھی کہا کہ مجھے ایسے ماہر کی ضرورت ہے، اب انہوں نے کہا کہ اتنی بڑی نوکری دیں گے تو پھر اس طرح کے

لوازمات بھی دینے پڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اِدھر ہمارے ساتھ کام کریں۔ اس نے کہا بھائی میں نے حج کرنا ہے میں تو حج کے لئے جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ نہ جائیں، ہم تمہیں یہاں گھر بھی دیں گے، گاڑی بھی دیں گے، تمہیں یہاں کی شہریت بھی دیں گے اور تمہیں حج بھی کروائیں گے اور تمہارے بیوی بچوں کو بھی بلوائیں گے، تو اس سال میں نے اکیلے حج کیا ہے اگلے سال سے بیوی بچوں کے ساتھ حج کروں گا، مجھے یہ گاڑی، یہ گھر انہوں نے ہی دیئے ہے۔

اللہ اکبر! انسان توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس طرح سے معاملات کرتے ہیں۔ انسان حج ہم اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ اللہ رب العزت حج کے لئے بلاتے ہیں۔ یہ اللہ کا چناؤ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس سفر کو ہمارے لئے اپنے قرب کا ذریعہ بنائیں.

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ والوں کی نشانیاں

از افادات

حضرت مولانا شیخ
محمد اظہر اقبال صاحب دامت برکاتہم

محبت بھری شادی

از افادات

حضرت مولانا شیخ

محمد اظہر اقبال صاحب دامت برکاتہم